16.3.55

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا

ترجمان

الفرقان

ربوہ
پاکستان

ماہنامہ

ایڈیٹر :-
ابو العطاء جالندھری

معاونین ایڈیٹر :-
قاضی محمد نذیر مولوی فاضل
مسعود احمد دہلوی بی اے

سالانہ چندہ پیشگی
پانچ روپے

قیمت فی پرچہ
آٹھ آنے

"جماعتِ اسلامی" نمبر

ماہِ اپریل و مئی کا شمارہ خاص یکم مئی ۵۵ء کو شائع ہوگا

احباب کا تقاضا تھا کہ جماعتِ اسلامی پر ایک بے لاگ تبصرہ شائع کیا جائے۔ اُن کے خیالات و عقائد اعمال و کردار مساعی و مقاصد کا جائزہ لینا ضروری ہے رسالہ **الفرقان** اِس غرض سے **جماعتِ اسلامی نمبر** شائع کر رہا ہے۔ یہ شمارہ عام حجم سے دو چند ہوگا بلکہ کچھ زیادہ یعنی **یکصد صفحات سے زیادہ صفحات** پر مشتمل ہوگا۔ سرورق عمدہ ہوگا۔ گویا اِس ضمن میں یہ ایک **نادر مجموعہ معلومات** ہوگا۔ ہمارے فاضل دوست مولوی دوست محمد صاحب شاہد نے گہری تحقیقات کے بعد ایک بسیط اور مدلّل مقالہ تحریر کیا ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی قیمتی اور پُر از معلومات مقالات قابلِ اشاعت ہو رہے ہیں۔ احباب کو چاہیئے کہ اپنی معلومات میں اضافہ کے لئے اور اپنے احباب تک پیغامِ حق پہنچانے کے لئے یہ نمبر بکثرت خریدیں۔ رسالہ کے خریداروں کے نام یہ رسالہ یکم مئی ۵۵ء کو بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا۔ اِس تاریخ سے پہلے پہلے پانچ روپے چندہ بھیجنے والے نئے خریداروں کو بھی یہ رسالہ بھیجا جائے گا۔ اِس نمبر کی قیمت فی پرچہ عام طور پر **ایک روپیہ** ہوگی۔ دس ۱۰ پرچوں کے خریدار سے فی پرچہ ۱۴ر لئے جائیں گے اور سو ۱۰۰ پرچوں کے خریدار بارہ آنے فی پرچہ کے حساب سے قیمت ادا کریں گے۔ احباب کو چاہیئے کہ مطلوبہ تعداد سے بہت جلد مطلع فرما دیں۔ جو احباب یا جماعتیں **دس اپریل** تک اپنی مطلوبہ تعداد کی **رقم** دفتر الفرقان میں بھیج دیں گے اُنہیں ہر دس ۱۰ رسالوں پر ایک رسالہ زائد پیش کیا جائے گا۔ مثلاً جو دوست مندرجہ بالا نرخ کے مطابق دس ۱۰ رسالوں کی قیمت دس ۱۰ اپریل تک بھجوا دیں گے انہیں دس کی بجائے گیارہ رسالے بھجوائے جائیں گے۔

جملہ خط و کتابت و ترسیلِ زر کے لئے پتہ:-

مینجر الفرقان۔ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفرقان

جلد ۵ | بابت ماہ مارچ ۱۹۵۵ء مطابق ماہ رجب ۱۳۷۴ھ | شمارہ ۳

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	شذرات (ایڈیٹر کے ضروری نوٹ)	ایڈیٹر	۲
۲	بہائی قیامت کبریٰ کے منکر ہیں	جناب مولوی عبدالکریم صاحب شاہد	۶
۳	کیا طلوع اسلام والے اشتراکیت کے علمبردار نہیں؟	ایڈیٹر	۸
۴	ختم نبوت کے عرفانی پہلو پر ایک نظر۔	جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری	۹
۵	صلیبی حادثہ کے بعد حضرت مسیح کہاں گئے؟	جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپور	۱۷
۶	البیان (قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ معہ مختصر تفسیری نوٹ)	ایڈیٹر	۲۹
۷	تمام دنیا کے لئے پیغام امن	جناب ابوالضیاء عطاء اللہ صاحب سنتوکھ	۳۳

سورۂ مریم کی تفسیر

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ نے ۱۹۳۰ء میں سورۂ مریم کا درس دیا تھا جس کے مختصر تفسیری نوٹوں کا ایک حصہ الفرقان میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اب ساری سورہ کے مکمل مختصر نوٹ طبع ہوئے ہیں نہایت محدود تعداد باقی ہے۔ قیمت فی نسخہ ۴ ؍ آنہ۔

ملنے کا پتہ:-

مکتبہ الفرقان۔ ربوہ

ایک نہایت مفید ٹریکٹ

عام طور پر لوگ کہا کرتے ہیں کہ انگریز جماعت احمدیہ کی مدد کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں عراق کے مشہور روزنامہ الانباء کے ایک فاضل مضمون نگار کا ایک نہایت لطیف مقالہ شائع ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ استعماری طاقتیں کس طرح احمدیوں کی مخالفت کرتی رہی ہیں۔ یہ اعتراف بہت واضح ہے۔ عربی مقالہ مع ترجمہ بڑے سائز کے آٹھ صفحات میں بصورت ٹریکٹ شائع کیا گیا ہے۔ قیمت فی سینکڑہ علاوہ محصول ڈاک پانچ روپے۔ ایک نسخہ کیلئے ۲ کے ٹکٹ بھیجیں۔ (مینیجر مکتبہ الفرقان۔ ربوہ)

(ابوالعطاء اللہ دتہ جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)

ایڈیٹر کے ضروری نوٹ

شذرات

وفاتِ مسیح کے مسئلہ میں احمدیت کے غلبہ کا اعتراف

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے سب سے پہلے یہ انکشاف فرمایا کہ قرآن مجید کے رُو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی ثابت نہیں بلکہ قرآن مجید ان کی وفات کی تصریح کر رہا ہے۔ حضرت مسیحؑ کے آسمانوں پر جانے اور پھر وہاں سے کسی زمانہ میں اُترنے کا خیال سراسر غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیبی موت سے بچ کر ملک شام و فلسطین سے ہجرت کر کے بنی اسرائیل کے گم شدہ قبیلوں کو دعوتِ حق دیتے ہوئے کشمیر کی طرف آئے اور کشمیر میں فوت ہو گئے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اس دعویٰ کو قرآن مجید کی آیات بیّنات سے ثابت فرمایا اور تاریخی طور پر بھی یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچا دی کہ حضرت مسیحؑ محلّہ خانیار سری نگر میں مدفون ہیں۔

ظاہر ہے کہ صلیبی موت اور پھر آسمانوں پر جسمانی طور پر چلے جانے کا عقیدہ موجودہ عیسائیت کا بنیادی مسئلہ ہے اور آسمانوں پر جانے اور وہاں سے اُترنے کا خیال مسلمانوں کے دلوں میں بھی گھر کر گیا تھا۔ دنیا کے عقلاء ان عقائد کے معتقد تھے۔ قرآن مجید کو ماننے والے علماء و مفسرین یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ اسلئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اعلان پر عیسائی بھی جز بز ہوئے اور علماء نے بھی تیوری چڑھائی اور چاروں طرف سے آپ کے اعلان کی مخالفت شروع ہو گئی مگر حق بہرحال غالب آتا ہے۔

۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "الھدیٰ والتبصرہ لمن یریٰ" میں عربی زبان میں تفصیل سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے کشمیر آنے کے دلائلِ قرآنی بیان فرمائے۔ ان دلائل کو مختصر طور پر درج کرنے کے بعد مصر کے مشہور معاندِ احمدیت الشیخ رشید رضا کو اعتراف کرنا پڑا کہ:-

"والحق انّہ لیس فی القرآن نص یثبت ان عیسیٰ ینزل من السماء ویحکم فی الارض۔"

بلاشبہ یہ درست ہے کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ثابت ہو سکے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمانوں سے اتریں گے اور زمین پر حکومت کریں گے۔

پھر لکھا ہے:-

"ففرارہ الی الھند وموتہ فی ذٰلک البلد لیس ببعید عقلاً ولا نقلاً۔"

کہ حضرت مسیحؑ کا فلسطین سے ہندوستان کی طرف بھاگ کر چلے جانا اور ان کا وہاں فوت ہو جانا عقلی اور نقلی طور پر کچھ بعید نہیں ہے۔ (تفسیر المنار جلد ۶ ص۵۹ و ص۲۳)

گویا نصف صدی قبل شیخ رشید رضا صاحب نے احمدیت کی مخالفت کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ عقیدہ کو قرآن مجید کے مطابق اور معقول تسلیم کر لیا۔

ایڈیٹر صاحب طلوعِ اسلام کراچی نے ابھی حال ہی میں لکھا ہے کہ:-

"قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کے زندہ آسمانوں پر چلے جانے اور دوبارہ آنے کا کوئی ذکر نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ یہودیوں کی سازشانہ تدبیروں سے بچ کر کسی اور طرف ہجرت کر کے چلے گئے تھے جہاں انہوں نے عمر کا باقی حصہ گزارا یعنی وہ وہاں کَھْلاً کی عمر تک پہنچ گئے تھے۔" (۱۲ فروری ۱۹۵۵ء)

گویا آخر کار صراحت سے یا دبے لفظوں میں سب لوگوں کو

وہی عقیدہ اور نظریہ تسلیم کرنا پڑیگا جسے اس زمانہ میں سب سے پہلے قرآن مجید کے دلائل کے ساتھ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے پیش فرمایا ہے۔ طلوع اسلام کو ابھی یہ توفیق نہیں ملی کہ وہ حضرت مسیح کی "کسی اور طرف ہجرت" کی وضاحت کر سکتا۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو قرآنی دلائل دیئے ہیں اور جس وضاحت سے حضرت مسیح ناصری کی وفات اور قبر کا معاملہ پیش کیا ہے دنیا اسکے آگے سرنگوں ہونے پر مجبور ہے۔ کیا منصف مزاج لوگ اس بات پر غور نہ کرینگے کہ اسمیں کیا راز ہے کہ قرآن مجید کا پیش کردہ یہ عقیدہ ہزاروں لاکھوں علماء سے تو مخفی رہا اور قادیان کی گمنام بستی کے زاویہ نشین حضرت احمد علیہ السلام پر ہی کھولا گیا۔ کیا اس سے احمدیہ عقائد کی برتری اور آیت قرآنی لا یمسّہ الّا المطھّرون کی صداقت ظاہر نہیں ہوتی؟

(۲) جماعت احمدیہ کے بلند اخلاق کا اعتراف

اللہ تعالیٰ کے مامور کے بنیادی طور پر دو ہی کام ہوتے ہیں۔ اوّل وہ صحیح عقائد پیش کرتا ہے دوم وہ اپنی جماعت کی تربیت اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کے اخلاق درست کرتا ہے۔ قارئین کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ عقائد میں سے ایک عقیدہ کے متعلق سطور بالا میں پڑھ چکے ہیں آئیے اب ہم آپ کے سامنے جماعت احمدیہ کی تربیت کے بارے میں ایک شہادت پیش کریں۔ جناب سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون ایڈیٹر ہفت روزہ "ریاست" دہلی گورنمنٹ آف انڈیا کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"قادیان کی احمدی جماعت کے ممبروں کے متعلق ہمارا پُرانا تجربہ یہ ہے کہ یہ لوگ اخلاق اور کیریکٹر کے لحاظ سے بہت بلند ہیں۔ اور ایڈیٹر ریاست نے آج تک کسی احمدی کو بھی نہیں دیکھا جو کہ دیانتدار نہ ہو بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اگر دوسرے نیک لوگ گناہ کرتے ہوئے خدا سے ڈرتے ہیں تو احمدی گناہ کرتے ہوئے خدا سے اس طرح ہی بدکتے ہیں جیسے گھوڑا سایہ سے بدکتا ہے یعنی یہ گناہ کے خیال سے ہی خوفزدہ ہوجاتے ہیں۔" (ریاست دہلی ۱۴ر فروری ۱۹۵۹ء)

وہ لوگ جو دریافت کرتے رہتے ہیں کہ حضرت میرزا صاحب نے آکر کیا کام کیا ہے وہ ذرا چشم بصیرت سے ان بیانات پر نظر ڈالیں اور سوچیں کہ یہ شیریں پھل درخت کے میٹھا ہونے پر کتنی واضح دلیل ہیں۔

(۳) ہندوستان میں مسیحیت

ہمارے فاضل مضمون نگار جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری کا ایک تحقیقی مقالہ "صلیبی حادثہ کے بعد حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کہاں گئے؟" اسی اشاعت میں دوسری جگہ شائع ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں لاہور کے مسیحی رسالہ المائدہ کا ذیل کا اقتباس بھی جو اس نے "ہندوستان میں مسیحیت" کے عنوان سے شائع کیا ہے توجہ سے پڑھا جائے گا:-

"دو سال ہوئے ہندوستان کے مسیحیوں نے مقدس توما رسول کی ۱۹ سو سالہ یادگار منائی جس نے اس ملک میں سب سے اوّل مسیح کے نام کی منادی کی۔ اسکے ہندوستان میں آنے اور مسیحیت کی بشارت دینے کی روایت پہلی صدی کے ابتدائی ایام ہی سے ہمارے ہاں مشہور ہے جس کا ثبوت مالابار میں پہلی صدی میں مسیحیوں کی موجودگی ہے۔ یہ یادگار پہلے مالابار ہی میں بہت جوش اشتیاق سے منائی گئی جس میں پشپ صاحب کے ایک ملتزد نائب کارڈنیل گیلوری صاحب نے آکر صدارت فرمائی۔ اسکے علاوہ تمام ہندوستان میں مقدس توما رسول کی یادمیں عبادتیں اور جلسے ہوئے۔ دہلی کے جلسہ میں جمہوریہ ہند کے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد نے

وزیر اعظم مسٹر نہرو بھی شریک ہوئے۔

مسیحیت کو ہندوستان میں یورپ کے مشنری نہیں لائے بلکہ یہ ہندوستان کے قدیم ترین مذاہب میں سے ہے جیسے کہ وزیر اعظم مسٹر نہرو نے بار بار کہا ہے۔ مقدس توما کے زمانہ سے آج تک چلے آنے والے یہ مسیحی سریانی مسیحی کہلاتے ہیں کیونکہ ان کا واسطہ سیریا کے پیٹری آرک سے قائم رہا ہے اور ان کی عبادت سریانی زبان میں ہوتی ہے۔ سریانی مسیحیوں کا شمار آج بھی بیس لاکھ ہے۔ ان میں سے بیس لاکھ رومن کیتھولک ہیں جو روم کے پوپ صاحب کے ماتحت ہیں۔ باقی یا تو یعقوبی ہیں جو عقیدہ اور عبادت میں رومن کیتھولک لوگوں کے مشابہ ہیں یا مار تومائی جو پروٹسٹنٹ لوگوں کے زیادہ قریب ہیں۔"

(المائدہ ۲۲ فروری ۵۵ء)

(۴) جماعت اسلامی کی پاکستان دشمنی

مدیر طلوع اسلام لکھتے ہیں :-

"علماء کی جماعت میں ایک نیشنلسٹ گروہ تھا جو متحدہ قومیت کا حامی اور پاکستان کا مخالف تھا۔ ان کی مخالفت ایک ایسے دشمن کی طرح تھی جو ہاتھ میں کھلا خنجر لیکر سامنے آئے۔ لیکن دوسرا گروہ جماعت اسلامی والوں کا تھا جو ایک طرف متحدہ قومیت کے بھی مخالف تھے اور دوسری طرف تحریک پاکستان کے بھی دشمن۔ ان کی مخالفت غالب کے الفاظ میں "دشنہ در آستین پنہاں" کی سی مخالفت تھی جو پہلے گروہ سے بھی زیادہ خطرناک تھی۔"

(۵ فروری ۵۵ء)

کیا جماعت اسلامی والوں نے اپنا نظریہ اور رویہ تبدیل کر لیا ہے؟ پاکستان کے کھلے دشمن ہونے کا تو وہ دعوے نہیں کرتے ہاں وہ ایسے کام ضرور کرتے رہتے ہیں جن سے پاکستان کا استحکام کمزور ہو جائے۔ ان لوگوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ موجودہ حکومت کو بدنام کر کے خود برسر اقتدار آنے کی کوشش کریں۔ سیاسی جماعتیں ایسا ہی کرتی آئی ہیں۔ وکذالک یفعلون۔

(۵) طلوع اسلام کی "عاجزی" اور "بوکھلاہٹ"

الفرقان ماہ جنوری ۵۵ء میں ہم نے نہایت بصیرت کی بناء پر لکھا تھا کہ "ہمارا دعویٰ ہے کہ کراچی کے طلوع اسلام والے درحقیقت ماسکو سے رشتۂ عقیدت استوار کئے بیٹھے ہیں اور ان کی جد و جہد کا محوری نقطہ یہ ہے کہ اُمّتِ اسلامیہ کے گلے میں اینگلز، کارل مارکس، اور لینن کی عقیدت کا جوا ڈال دیں" ہم نے جنوری کی اشاعت میں اپنے اس دعویٰ کا صرف "پہلا ثبوت" پیش کیا تھا جو خود طلوع اسلام جون ۵۳ء کی اپنی عبارتوں میں مذکور ہے۔ طلوع اسلام ۱۹ فروری ۵۵ء نے کوئٹہ سے آمدہ خط کی بناء پر "طلوع اسلام اور اشتراکیت" کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ قادیانی حضرات کو گالی دینے کا سلیقہ نہیں۔ ہمیں جناب مدیر صاحب سے اس بارے میں ضرور اتفاق ہے کیونکہ اس فن میں سلیقہ پیدا کرنا اور سلیقہ پہچاننا بھی ماہرینِ فنِ شتم کا ہی کام ہے اور ہم اس سے محروم ہیں۔ قارئین طلوع اسلام کا ۱۹ فروری کا نوٹ مطالعہ فرمائیں تو وہ حیران ہوں گے کہ طلوع اسلام نے ہمارے پیش کردہ ثبوت کی تردید کرنا تو کجا اس کا ذکر اور اشارہ تک نہیں کیا۔ کیا اس سے ظاہر نہیں کہ طلوع اسلام کو گالی دینے کا سلیقہ ہو تو ہو مگر جواب دینے کا سلیقہ ہرگز نہیں۔ الفرقان مفت طلوع اسلام کو بھیجا جاتا ہے اسلئے وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے سامنے رسالہ نہ تھا۔ ہماری

طرف سے اب یہ تجویز پیش ہے کہ اگر طلوعِ اسلام میں جرأت ہے تو وہ الفرقان کا مقالہ اپنے رسالہ میں نقل کر کے جواب دے۔ ہم بھی اس کا سارا جواب شائع کر کے اپنا جواب درج کریں گے۔ کیا طلوعِ اسلام اس کی جرأت کریگا؟

مدیر طلوعِ اسلام نے ہمارے انکشاف کو بے سلیقہ گالی قرار دینے کے بعد جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے کہ

"طلوعِ اسلام قادیانیت کے لئے ایسا عصائے کلیمی ثابت ہوا ہے کہ ان کی نگاہ فریب رسیاں بے بس ہو کر رہ گئی ہیں۔ اس سے پہلے ان حضرات کا مقابلہ مولویوں سے ہوتا تھا جو روایات کی رُو سے ان سے مناظرے کرتے تھے ...... طلوعِ اسلام نے خالص قرآنی دلائل سے یہ ثابت کیا کہ آنے والے کا تصور عجمیت کی پیداوار ہے جسے قرآن سے کوئی تعلق نہیں ...... قادیانی حضرات پر یہ ضرب اتنی کاری پڑی ہے کہ وہ اس سے بالکل بوکھلا گئے ہیں" قارئین کرام اس نرے دعاوی پر مشتمل اقتباس کو سامنے رکھیں اور اس حقیقت پر غور فرمائیں کہ :-

• واقعات یہ ہیں کہ اکتوبر ۵۳ء کے طلوعِ اسلام میں مدیر صاحب نے تشریعی اور غیر تشریعی نبوت، ظلی نبوت کی حقیقت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے نبی بننے کا امتیاز، قرآن مجید کی باطنی حفاظت، قرآن مجید میں مسیح موعود کے آنے کے وعدہ کا ذکر کے بارے میں استفسارات کئے اور ان کے جواب از روئے قرآن مجید طلب فرمائے۔ ہم نے ان کے پانچوں استفسارات کے جواب قرآنی آیات کی روشنی میں رسالہ الفرقان کے قرآن نمبر بابت دسمبر ۵۳ء میں شائع کر دیئے۔ آج تک جناب مدیر طلوعِ اسلام کو ان جوابات پر ایک حرف تک لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ حالانکہ ان کے قارئین نے بھی اور ہم نے بھی بارہا انہیں اس طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک سال کے بعد تنگ آ کر آخر کہا تو یہ کہا کہ :-

"مرزائیوں کے ساتھ بیکار مباحث میں وہی اُلجھ سکتا ہے جس کے پاس بیکار وقت اور فالتو عقل ہو۔ جن کے ہاں نہ قرآن ہو نہ علم ان سے بات کیا کی جائے"

(طلوعِ اسلام دسمبر ۵۴ء)

ایسی ہزیمت خوردہ ذہنیت اور اتنے عاجزانہ مگر متکبرانہ انداز کا نام "عصائے کلیمی" اور "ضرب کاری" رکھنا ع۔ برعکس نام نہند زنگی کا فور کا مصداق نہیں تو کیا ہے؟ قارئین فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ بوکھلاہٹ کا شکار کون ہے؟ ہم تو جو دعوی کرتے ہیں اس کی دلیل پیش کرتے ہیں اور جو بیان کرتے ہیں اس کا ثبوت ساتھ دیتے ہیں۔ قرآن مجید سے آنے والے کے ثبوت میں ہمارے پیش کردہ دلائل اور آیات قرآنی لاجواب ہیں، مدیر طلوعِ اسلام کو ان کی تردید کی ہمت نہیں ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ طلوعِ اسلام والے اشتراکیت کے علمبردار ہیں۔ یہ دعویٰ خود ان کے اپنے بیان سے ثابت شدہ ہے۔ مگر بایں ہمہ طلوعِ اسلام لکھ رہا ہے کہ "قادیانی حضرات بوکھلا گئے ہیں"۔ حضرت! کچھ تو خدا ترسی سے کام لیں۔ آپ کب تک حقائق کو مسخ کرتے رہیں گے۔ آپ کے اخبار کو پڑھنے والوں میں حقیقت آشنا لوگ آپ کے ان بے بنیاد دعووں پر آپ کو کیا سمجھ رہے ہوں گے؟ وما علینا الا البلاغ المبین *

(۱) حدیث من صلّی صلاتنا پر مفصّل مقالہ
(۲) کوئٹہ کے بہائیوں کے تین سوالات کے جواب

مندرجہ بالا دو نہایت قیمتی مضمون الفرقان کی آئندہ اشاعت میں شائع ہو رہے ہیں۔ اخبار الاعتصام نے حدیث من صلّی صلاتنا پر جو جواب دینے کی کوشش کی ہے اس کا بھی جواب دیا جائے گا۔ احباب ابھی سے تمام نمبر حاصل کریں۔*

بہائی قیامتِ کبریٰ کے منکر ہیں

(جناب مولوی عبدالکریم صاحب پشاوری)

(۱)

جن لوگوں نے انیسویں صدی کی بعض مذہبی تحریکات کا تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ بابی اور بہائی مذہب کا اسلام اور اس کے تصوف وغیرہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ "دین بہائی" سرتاپا ایک جدا اصول و مسلک کا حامل ہے۔ مگر سر اقبال مرحوم نے احمدیت سے عناد پیدا ہو جانے کے بعد ایک کتاب فلسفۂ عجم ۱۹۳۶ء میں شائع کی تھی اس میں لکھا کہ:-

"بابی یا بہائی مذہب علی محمد باب شیرازی (سنہ ولادت ۱۸۲۰ء) کے ہاتھوں ایک شیعی فرقہ کی حیثیت سے وجود میں آیا تھا" (صفحہ ۲۳ فلسفہ عجم ایڈیشن سوم ۱۹۴۴ء)

یہی وجہ ہے کہ سر اقبال مرحوم کے بعض مداح بہائیت کو احمدیت سے نسبتاً اسلام کے بہت قریب خیال کرتے ہیں حالانکہ بہائیت کا اسلام سے کوئی دُور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ بہائیت موجودہ مسیحیت کا مثنیٰ ہے جو قرآنی نقطۂ نگاہ سے سراسر کفر و گمراہی ہے۔ بہائیت کے اکثر اصول و احکام بعینہٖ وہی ہیں جو ہمارے سامنے مسیحیت پیش کرتی ہے۔ مثلاً عیسائیوں کے نزدیک قیامت سے مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح دُنیا میں آکر زندوں اور مُردوں کی عدالت کریں گے۔ چنانچہ انکی ایک کتاب "دعائے عام" ہے جو کرسچن نالج سوسائٹی کی طرف سے شائع کی گئی ہے اس کے صفحہ ۲۴۲ پر زیر عنوان "بچوں کا علانیہ بپتسمہ" لکھا ہے کہ:-

"وہ وہاں سے (یعنی مسیح آسمان سے) دنیا کے آخر میں زندوں اور مُردوں کی عدالت کرنے کے لئے آنے والا ہے۔"

یعنی مرنے کے بعد عیسائیوں کے نزدیک کسی آئندہ زمانہ میں کوئی حساب و کتاب نہ ہوگا۔ اسی دنیا میں مسیح زندہ اور مُردہ لوگوں کی نسبت فیصلہ کریگا کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی ہے۔

اہل بہاء بھی اس نظریہ کے قائل ہیں کیونکہ انکے نزدیک بہاء اللہ کا آنا ہی قیامت ہے۔ کسی آئندہ زمانہ میں حساب کتاب کے وہ قائل نہیں۔ جیسا کہ محفوظ الحق صاحب علمی نے اپنی "کتاب قیامت" میں لکھا ہے کہ:-

(۱) "انسان مرنے کے دن ہی اعمال کی جزا و سزا یعنی جنت و دوزخ کو پا لیتا ہے کسی بعید زمانہ کا انتظار کرنا نہیں پڑتا۔ نہ کسی حساب و کتاب کے لئے جزا و سزا موقوف رہتی ہے۔ موت کے ساتھ ہی جزا و سزا ملتی ہے۔"

(۲) اس حقیقت کے ثابت ہونے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب انسان کو مرنے کے ساتھ ہی جزا و سزا اور بہشت و دوزخ مل جاتا ہے تو پھر کسی آئندہ زمانہ پر جزا و سزا کے موقوف ہونیکا عقیدہ غلط ہے۔" (کتاب قیامت صفحہ ۲۹)

افسوس ہے کہ بہائیت اور عیسائیت کے اس قدر اتحاد کے باوجود احمدیت سے بہائیت کو نسبتاً اسلام کے بہت قریب بتایا ویسا ہی ہے جیسا کہ سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض اہل کتاب نے مشرکین مکہ کی نسبت کہا تھا کہ یہ مومنوں سے زیادہ

ہدایت یافتہ ہیں۔ فرمایا:-

الم تر الی الذین اوتوا نصیباً من
الکتٰب .... یقولون للّذین کفروا
ھٰؤلاء اھدیٰ من الذین اٰمنوا
سبیلاً۔ (۳/۵)

الغرض بہائیت ایک "دین جدید" ہے۔ اسلام اور اس کی تعلیمات سے اس کا قطعاً کوئی جوڑ نہیں۔ اسوقت قیامت کے متعلق جو ان کے نظریات خلاف قرآن مجید ہیں (گو بزعم خود وہ قرآن مجید سے اپنے نظریات ثابت کرتے ہیں) پیش کئے جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ بہائیت کا اسلام کی تعلیم سے کس قدر بُعد پایا جاتا ہے۔

قرآن مجید کے نصوص صریحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب سب لوگ خواہ آج سے پہلے زمانہ کے ہیں یا بعد میں پیدا ہوں گے۔ مرنے کے بعد کسی بعید زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور صفیں باندھ کر اپنے حساب و کتاب کے لئے حاضر ہوں گے اور ان کو کامل طور پر یعنی پوری پوری جزاء و سزا اپنے اعمال نیک و بد کی دی جائیگی جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ظاہر ہے۔

(۱) کلّ نفس ذائقة الموت و انّما
توفون اجورکم یوم القیٰمة فمن
زُحزح عن النار وادخل الجنّة فقد
فاز وما الحیٰوة الدنیا الّا متاع
الغرور۔ (۳/۱۸۵)

(۲) لیحملوا اوزارھم کاملة یوم القیٰمة
ومن اوزار الّذین یضلونھم بغیر علمٍ الا
ساء ما یزرون۔ (۱۶/۲۶)

(۳) یوم نسیّر الجبال وتری الارض بارزةً
وحشرنٰھم فلم نغادر منھم احداً۔
وعرضوا علیٰ ربّک صفّاً لقد
جئتمونا کما خلقنٰکم اوّل مرّةٍ بل
زعمتم الّن نجعل لکم موعداً۔ و
وضع الکتٰب فتری المجرمین مشفقین
ممّا فیه ویقولون یٰویلتنا ما لھٰذا
الکتٰب لا یغادر صغیرةً ولا کبیرةً
الّا احصٰھا ووجدوا ما عملوا حاضرًا
ولا یظلم ربّک احداً۔ (۱۸/۵۰)

(۴) وکانوا یقولون ءاذا متنا وکنّا تراباً
وعظاماً ءانّا لمبعوثون۔ اوَ اٰباؤنا
الاوّلون۔ قل انّ الاوّلین والاٰخرین
لمجموعون۔ الیٰ میقات یوم معلوم۔ (۵۶/۵۱)

اہل بہاء کے نزدیک "قیامت سے مراد یہ ہے کہ شجرۂ حقیقت (یعنی پیغمبر) جب کبھی اور جس نام سے بھی آئے اس کے اظہار ماموریت سے وفات تک زمانۂ قیامت ہے۔"
(کتاب قیامت ص۲۰)

اور جزاء و سزا مرنے کے بعد مل جاتی ہے کسی بعید زمانہ تک حساب و کتاب کا انتظار کرنا غلط عقیدہ ہے (ص۲۹) اس میں کوئی شک نہیں کہ جس زمانہ میں کوئی پیغمبر ظاہر ہوتا ہے وہ بھی ایک قسم کی قیامت کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور جب انسان مرتا ہے تو اس کی بھی ایک قسم کی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔ یہ سب امور قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہیں۔ بہائیت نے اس بارہ میں کوئی جدید تحقیق پیش نہیں کی۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قرآن مجید کا پیش کردہ وہ نظریہ جس سے کہ ایک تیسری قسم کی قیامت کا اثبات ہوتا ہے وہ غلط ہے۔ علمی صاحب نے اپنی کتاب قیامت میں تسلیم کیا ہے کہ:-

"اچھے اور بُرے اعمال کی جزاء و سزا ایک حد تک اس جہان میں بھی ملتی ہے۔" (ص۲۴)

(باقی آئندہ)

ایک استفتاء

کیا طلوعِ اسلام والے اشتراکیت کے علمبردار نہیں ؟

[معزز ناظرین! آپ مندرجہ ذیل چار عبارتوں کو بغور ملاحظہ فرما کر فتویٰ دیں کہ آیا ان کا کہنے اور لکھنے والا بظاہر مسلمان درحقیقت اشتراکیت زدہ بلکہ اشتراکیت کا علمبردار ہے یا نہیں ؟ الفرقان اس استفتاء کے جواب میں آنے والے ہر مدلل بیان کو شائع کرنے کے لئے تیار ہے ۔۔۔۔۔۔۔ (ایڈیٹر)]

(الف) "اس زمانے کا سب سے بڑا دکھ رزق کی غیر مساوی تقسیم ہے۔ یہ دکھ نیا نہیں لیکن اس کا احساس اب زیادہ ابھر کر سامنے آگیا ہے۔ پوری دنیا کی بے اطمینانی کی جڑ یہی ہے۔ تمام جرائم کا سرچشمہ یہی ہے۔"

(ب) "ہمارے روایت زادہ مسیح موعود سے بہت آگے دانشمندانِ مغرب محض دانش آزاد کی دستگیری سے وہاں پہنچ گئے جہاں ان کو ان کی نبوت و وحی بھی نہ پہنچا سکی۔ تمام عمر بے وقت کا راگ الاپتے رہے اور اپنے بعد اس صدائے بے ہنگام کو ایک خوفناک ٹریجڈی کی شکل میں چھوڑ گئے۔ اینگلز، کارل مارکس، ٹالسٹائی، لینن، اور ان کے ہمنواؤں نے وقت کی نبض پہچانی بھی اور انسانیت کے مزمن مرض کا پتہ لگا لیا۔ انھوں نے اس کے لئے علاج بھی تجویز کیا جو اس وقت تجربے کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے۔"

(ج) "اس وقت ہم امیر افغانستان کے زمانے سے بہت آگے جا چکے ہیں۔ دنیا بدل گئی۔ اسلامی ممالک کے حالات بھی بہت کچھ بدل چکے ہیں۔ اُس وقت امیر المومنین عمرؓ کی ضرورت تھی تو آج کی ضروریات تقاضا کر رہی ہیں کہ مسیحیت کے دعویدار واپس تشریف لیجائیں۔ اور ابوذر غفاری کو بھیجدیں۔ وہ کام جو کارل مارکس، اینگلز، ٹالسٹائی اور لینن سے نہ ہو سکا۔ ان کی انسانیت پرور مساعی میں جس اہم چیز کی کمی رہ گئی وہ ہمیں ابوذر غفاری سے حاصل ہو سکتی ہے۔"

(د) "صحابہ ہی کی زندگی میں عہد قرآنی کا خاتمہ شروع ہو گیا۔ یہ ہم کو ابوذر کے حالات اور تاریخ کے دیگر افسوسناک ابواب سے معلوم ہو جاتا ہے۔ آج ابوذر کی آواز طلوع اسلام کے ذریعے سے پھر بلند ہو رہی ہے۔" (طلوع اسلام کراچی جون ۱۹۵۳ء)

نوٹ :- اگر آپ چاہیں تو اس سلسلہ میں الفرقان کا ٹھوس مقالہ جنوری ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں +

"عقیدہ ختم نبوت کے چند عمرانی پہلو" پر ایک نظر

(از جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری پرنسپل جامعہ احمدیہ)

مولوی ابو الاعلیٰ صاحب مودودی کے جاری کردہ رسالہ ترجمان القرآن کے ماہ اکتوبر ۱۹۶۱ء اور فروری ۱۹۶۲ء میں عبد الحمید صاحب کے قلم سے ایک مضمون "عقیدہ ختم نبوت کے چند عمرانی پہلو" کے عنوان کے ماتحت شائع ہوا ہے۔

مضمون نگار صاحب نے اپنے زعم میں اس مضمون کو احمدیہ عقائد کی تردید و تغلیط میں تحریر کیا ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ محترم مضمون نگار صاحب نے اس مضمون کے تحریر کرنے سے پہلے جماعت احمدیہ کے عقائد سے باخبر ہونے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بلکہ وہ بالعموم اس مضمون میں ایسے عقائد کی تردید فرماتے چلے گئے ہیں جن کی جماعت احمدیہ سرے سے قائل ہی نہیں۔ اس لحاظ سے اُن کا یہ مضمون محققانہ نہیں بلکہ غیر ذمہ دارانہ قرار پانے کا اہل ہے۔ کیونکہ محقق انسان کا یہ فرض ہوتا ہے کہ جب وہ کسی جماعت کے عقائد کی تردید میں قلم اٹھائے تو اسے اُن عقائد سے باخبر ہونا چاہیئے اور اس جماعت کے لٹریچر سے پورے طور پر واقف ہونا چاہیئے۔ ورنہ یہ تردید اُس جماعت کے عقائد سے واقفیت رکھنے والوں کیلئے بالکل بے اثر اور دُور از حقیقت ہوگی۔

مضمون نگار صاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ ایک عالمگیر، دائمی، اکمل اور قیامت تک کے لئے محفوظ تعلیم دیگئی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بناء پر آخری نبی قرار دیئے گئے ہیں۔ اس مفہوم کی تائید میں آپ نے حدیث "لا نبی بعدی" وغیرہ کو پیش کیا ہے جو انقطاع نبوت پر دلیل ہیں۔ اور حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تحریر فرمایا ہے:۔

"حضور سرورِ دو عالم کی مستقل بالذات پیشوائی اور رہنمائی تسلیم کرنے پر ہی ایمان کا انحصار ہے۔ اس لحاظ سے ہر دوسرے انسان کی اطاعت حیثیت رسول اللہ کے تحت ہوگی نہ کہ اُن سے آزاد ہو کر۔ حضور ہی وہ واحد معیارِ حق ہیں جو ہر تنقید سے بالاتر ہیں اور اس بناء پر ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک کو انہی کے معیار کامل پر جانچے اور پرکھے۔ اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھے۔"

(ترجمان القرآن ماہ اکتوبر صفحہ ۲۴-۲۵)

پھر صفحہ ۲۵-۲۶ پر رقمطراز ہیں:۔

"حضور رسالتمآب کا یہ ارشاد (علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین) آپ کے خاتم النبیین ہونے کا فطری اقتضاء ہے کیونکہ انہی کی ذات سے حکمت ربانی اور معرفتِ الٰہی کے سارے چشمے پھوٹتے ہیں اور ابد تک طالبانِ راہِ حق کے لئے فیض یابی کا سامان بہم پہنچاتے ہیں اُن کی ذات سے مُنہ موڑ کر اور ان کے طریقہ کو چھوڑ کر کوئی شخص راہِ ہدایت نہیں پا سکتا۔ تمام اطاعتیں ان کی اطاعت کے ماتحت اور ان کی اطاعت سے مشروط ہیں۔"

پھر صفحہ ۳۲ پر فرماتے ہیں:۔

"آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم و

ہدایت اتنی مکمل اور جامع ہے کہ اب اس میں کسی ترمیم اور اضافہ کی ضرورت نہیں۔ اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی جس کا انکشاف انسانیت کے لئے ضروری ہو۔ اور نہ ہی عمل صالح اور ہدایت کا کوئی گوشہ ایسا رہ گیا ہے جس کو آشکار کرنے کے لئے نوع انسانی کسی نبی کی محتاج ہو۔"

اِن اقتباسات سے ظاہر ہے کہ مضمون نگار کے نزدیک نبی سے مراد ایسا شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شریعت لائے۔ اور مستقل بالذات پیشوائی اور راہنمائی کی حیثیت رکھے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ کامل شریعت نازل ہو چکی ہے جو عالمگیر بھی ہے اور محفوظ بھی۔ اسلئے اب مستقل بالذات پیشوائی کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں یعنی اب نہ کوئی نئی شریعت آسکتی ہے اور نہ کوئی مستقل بالذات پیشوا اور رہنما اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو سکتا ہے۔

مضمون نگار صاحب پر واضح ہو کہ جماعت احمدیہ کے نزدیک بھی نبوت کی اس تعریف کے لحاظ سے کہ اس کیلئے شارع ہونا یا مستقل بالذات پیشوا ہونا ضروری قرار دیا جائے کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد مبعوث نہیں ہو سکتا۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک ایسی نبوت کا دعویٰ ایسا کفر ہے جو انسان کو ملّتِ اسلامیہ اور اُمّتِ محمدیہ سے بالکل خارج کر دیتا ہے۔ لاریب قرآن شریف خدا تعالیٰ کی آخری، اکمل، اتم، عالمگیر اور قیامت تک کیلئے محفوظ شریعت ہے اور دُنیا کو کسی نئے دین کی ضرورت نہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں سے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

جو راز دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

ہم نے سب اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ ماہ لقا یہی ہے

نبوت کی اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو مضمون نگار صاحب نے بیان کی ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔" (کشتی نوح صـ۲۵)

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد کوئی اور کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن مجید کا حکم منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطل کرے بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔" (الوصیت صـ۱۲ حاشیہ)

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے۔" (چشمہ معرفت حاشیہ صـ۳۲۴)

پھر فرماتے ہیں:۔

"خدا اُس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو

منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت
کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا
ہے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴ و ۳۲۵)

اِن عبارات سے ظاہر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ان معنوں میں بھی خاتم الانبیاء ہیں کہ آپ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ اور قیامت تک آپ ہی مستقل بالذات پیشوا اور رہنما ہیں۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو جو انوار و برکات اور کمالات نبوت حاصل ہوئے وہ آپ کی پیروی کے واسطہ سے اور آپ کے افاضۂ روحانیہ سے حاصل ہوئے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آپ فرماتے ہیں :۔

"کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام
عزت و قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں
سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا
ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸)

پس ختم نبوت کا وہ عمرانی پہلو جو عبد الحمید صاحب کے الفاظ میں اوپر درج کیا گیا ہے ہمیں پورے طور پر مسلم ہے اور جماعت احمدیہ اس پر یقین اور ایمان رکھتی ہے کہ سب اطاعتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے مشروط ہیں اور آپ کے بعد کسی نئے علم دین کی ضرورت نہیں کیونکہ شریعتِ محمدیہ نے دین کو کمالِ تام تک پہنچا دیا ہے اور اس کی تعلیم عالمگیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود وعدہ فرمایا ہے۔

مضمون نگار صاحب کے نزدیک نبوت کی جو حقیقت ہے اس کی روشنی میں ان کی پیش کردہ احادیث لا نبیّ بعدی وغیرہ میں نہ کسی تاویل کی ضرورت ہے اور نہ کسی استثناء کی۔ واقعی کوئی شارع یا مستقل بالذات نبی سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب ہے۔ پس حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق ایسے مدعیٔ نبوت سے عوام الناس کو کسی علامت کے طلب کرنے کی حاجت نہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ بھی فرماتے ہیں :۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خاص فخر دیا
گیا کہ وہ اِن معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں۔ کہ
ایک تو تمام کمالاتِ نبوت اُن پر ختم ہیں اور
دوسرے یہ کہ اُن کے بعد کوئی نئی شریعت لانیوالا
رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی جو ان کی اُمت سے
باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرفِ مکالمہ الٰہیہ ملتا
ہے وہ انہی کے فیض اور انہی کی وساطت سے
ملتا ہے اور وہ اُمتی کہلاتا ہے نہ کہ مستقل نبی۔"
(تتمہ چشمہ معرفت صفحہ ۹)

مضمون نگار صاحب نے ترجمان القرآن ماہ اکتوبر کے صفحہ ۲۵ پر انجیل کی ایک پیشگوئی پیش کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے :۔

"مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک اور
آئے گا جو اس کے پیغام کی تکمیل کرے گا۔ مگر
محمد رسول اللہ کا پیغام اپنے بعد کسی اور آنیوالے
کا پیغام نہیں دیتا۔"

اگر مضمون نگار صاحب کی مراد اس عبارت سے یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی مستقل بالذات پیشوا یا شارع نبی کے اپنے بعد آنے کا پیغام نہیں دیا پھر تو اُن کا یہ بیان سچّا ہے لیکن اگر اُن کی اِن الفاظ سے یہ مراد ہو کہ کوئی غیر مستقل نبی یا بالفاظِ دیگر اُمتی نبی کے آنے کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نہیں دیا تو پھر اُن کا یہ بیان سراسر غلط اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ نصوص کے صریح خلاف ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم

وامامکم منکم (الصحیح البخاری جلد ۲ مصری صفحہ ۱۶۶)

اور صحیح مسلم باب خروج الدجال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موعود مسیح کو چار دفعہ نبی اللہ قرار دیتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر وحی الٰہی نازل ہوگی۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

"یُحصر نبی اللہ واصحابہ .....

فیرغبُ نبی اللہ عیسٰی واصحابہٗ

.... ثم یہبطُ نبیّ اللہ عیسٰی واصحابہٗ

.... فیرغبُ نبیّ اللہ عیسٰی واصحابہٗ

الی اللہ۔" (ایضاً مشکوٰۃ باب العلامات

بین یدی الساعۃ وذکر الدجال)

کیا مضمون نگار صاحب کو یہ احادیث نبویہ مسلّم نہیں جو تواتر معنوی کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کو مسلّم رہی ہیں اور صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ اگر وہ ان احادیث کا انکار کریں تو اور بات ہے لیکن پھر وہ یہ کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ وہ اُمّتِ محمدیہ کے صوفیاء، فقہاء یا عامۃ المسلمین کے عقیدہ کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

لیکن اگر وہ ان احادیث کو مانتے ہیں تو اب ان سے ہمارا سوال ہے کہ اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کن معنوں میں نبی اللہ قرار دیا ہے اور ان پر کس نوعیت کی وحی کا نزول بیان فرمایا ہے۔ حدیث نبوی کے الفاظ اس بارہ میں صاف ہیں۔

بینما ھو کذٰلک اذ اوحی اللہ الیٰ

عیسٰی انّی قد اخرجت عباداً لی

لا یدان لاحدٍ بقتالھم فحرّز عبادی

الی الطور۔

کہ جب وہ اس حالت میں ہوں گے تو خدا تعالیٰ عیسیٰ موعود کو وحی کرے گا کہ مَیں نے اپنے کچھ ایسے بندے نکالے ہیں کہ کوئی اُن سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس تو میرے بندوں کو پہاڑ کی طرف لا کر محفوظ کرے۔

پس اُمّتِ محمدیہ کے اندر ایسے نبی کی آمد کا پیغام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ثابت ہے جو صحیح بخاری کی حدیث امامکم منکم کے مطابق اُمّتی ہو اور صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق نبی اللہ بھی۔ پس ایک اُمّتی نبی کے ظہور کی پیشگوئی زبان مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ مضمون نگار صاحب کی نبی یا نبوت کے متعلق بیان کردہ اصطلاح جو ایک عام معروف اصطلاح ہے کے علاوہ ایک اصطلاح خاص بھی ہے۔ جس کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا ہے۔ مضمون نگار صاحب بتائیں کہ نبی اللہ کی اس اصطلاح سے مراد ان کے نزدیک کیا ہے۔ جب شارع اور مستقل بالذات نبی انکے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا تو صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ نبی اللہ سے مراد وہ ایسا غیر تشریعی اور غیر مستقل نبی ہی لے سکتے ہیں جو دوسرے لفظوں میں ایک پہلو سے اُمّتی ہوگا اور ایک پہلو سے نبی۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ یہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا نام سُن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا مَیں نے اس نبوّت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہِ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوّت کے مقام تک پہنچایا ہے اسلئے مَیں

صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی - اور میری نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوّت۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ حاشیہ)

پھر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی عربی کتاب الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی کے ص۶۴ پر فرماتے ہیں جس کا اُردو ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

"نبوّت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گئی ہے اور قرآن شریف کے بعد جو پچھلے تمام صحیفوں سے بہتر ہے کوئی کتاب نہیں اور نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت ہے اور میرا نام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نبی رکھا گیا ہے تو یہ ایک ظلّی امر ہے جو آپ کی متابعت کی برکات سے ہے اور میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں پاتا بلکہ جو کچھ میں نے پایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس سے پایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مراد میری نبوّت سے صرف کثرت مکالمہ اور مخاطبہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو اس سے زیادہ مراد لے یا اپنے نفس کو کچھ سمجھے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جوئے سے اپنی گردن نکالے - بے شک ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے پس کسی کو یہ حق نہیں کہ ہمارے رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقلہ نبوّت کا دعویٰ کرے - آپ کے بعد صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہی باقی رہا ہے اور وہ بھی آپ کی پیروی کی شرط سے وابستہ ہے نہ کہ آپ کی پیروی کے بغیر۔"

یہ مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امورِ غیبیہ جس کے پانے کا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو دعویٰ ہے یہی وہ مقامِ نبوّت ہے جس کی بناء پر اُمّت کے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے نبی اللہ کا نام دیا گیا ہے - یہ نبوّت صرف اخبارِ غیبیہ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت کے ساتھ پانے کا دوسرا نام ہے - کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کہ نبوّت میں سے اخبارِ غیبیہ کے سوا کچھ باقی نہیں رہا (صحیح بخاری کتاب التعبیر)

پس المبشرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے نبوّت میں سے باقی قرار دیا ہے جو تشریعی نبوّت نہیں - تشریعی اور مستقلہ نبوّت تو لم یبق کے الفاظِ نبوی میں منقطع قرار دی گئی ہے اور لا نبی بعدی وغیرہ انقطاعِ نبوّت والی حدیثیں لم یبق کے الفاظ کی تفسیر ہیں -

المبشرات جنہیں نبوّت میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی قرار دیا ہے اُمّت محمدیہ کے مسیح موعود کو صرف انہی کا کامل حامل ہونے کی وجہ سے نبی اللہ قرار دیا جا سکتا ہے نہ کہ تشریعی اور مستقلہ نبوّت کے لحاظ سے کیونکہ یہ نبوّت تو لم یبق کے الفاظ کے رُو سے باقی نہیں رہی - اِس حدیثِ نبوی کی ترکیب لم یبق من المال الا الدنانیر سے ملتی جلتی ہے کہ مال میں سے دیناروں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا - جس کے یہ معنے ہیں کہ مال کی باقی سب اقسام بجز دیناروں کی قسم کے ختم ہو چکی ہیں -

تعجب ہے کہ مضمون نگار صاحب نے ختم نبوّت کے اِس عرفانی پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے جو المبشرات کی صورت میں نبوّت میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیروی کے واسطہ سے اُمّت کے لئے قیامت تک باقی قرار دیا گیا ہے۔ یہ المبشرات یا امورِ غیبیہ یا اخبارِ الٰہی وہ قسم نبوت ہے جسے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کے لئے اپنی ختم نبوت کی فیض رسانی کے پہلو کے لحاظ سے قیامت تک کے لئے باقی قرار دیا ہے۔

اولیاء اللہ اور علماء ربّانیین اِن اخبارِ الٰہیہ کو ایک قسم کی نبوت ہی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لم یبق من النبوّۃ الّا المبشرات والی حدیث کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ صاف لکھتے ہیں:۔

"فالنبوّۃ ساریۃ الیٰ یوم القیامۃ
فی الخلق وان کان التشریع قد
انقطع فالتشریع جزءٌ من اجزاء
النبوّۃ۔" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ باب نمبر ۷۳)

کہ نبوت مخلوق میں قیامت کے دن تک جاری ہے۔ گو تشریعی نبوت منقطع ہو گئی ہے۔ پس شریعت نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

پھر شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نبوت کو اس طرح جاری قرار دیکر اس کی عقلی دلیل یہ بیان فرماتے ہیں:۔

فانّہ یستحیل ان ینقطع خبر اللہ و
اخبارہٗ من العالم اذ لو انقطع لم یبق
للعالم غذاءٌ یتغذی بہٖ فی بقاء
وجودہٖ۔" (فتوحات مکیہ حوالہ مذکور)

کہ یہ امر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اخبارِ غیبیہ اور حقائق و معارف کا علم دیا جانا بند ہو جائے۔ کیونکہ اگر یہ بند ہو جائے تو پھر دُنیا کے لئے کوئی روحانی غذا باقی نہ رہیگی۔ جس سے وہ اپنے روحانی وجود کو باقی رکھ سکے۔

تعجب ہے کہ اعلیٰ درجہ کی روحانی زندگی کو اُمّت میں باقی رکھنے والا ختم نبوت کا یہ عرفانی پہلو مضمون نگار کی نظر سے مخفی رہا ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ اِس نبوت کو حدیث کی رو سے ثابت کرنے کے علاوہ قرآن کریم کی رُو سے بھی باقی ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ سورہ حٰم سجدہ کی آیت انّ الذین قالوا ربّنا اللہ ثمّ استقاموا تتنزّل علیھم الملٰئکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر استقامت دکھائی تو ان پر خدا تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ تم کوئی خوف نہ کرو اور نہ کوئی غم کھاؤ۔ اور اس جنت کی بشارت پاؤ جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے مددگار ہیں۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"ھٰذا التنزّل ھو النبوۃ العامۃ
لا نبوۃ التشریع" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲
باب معرفۃ الاستقامۃ)

کہ یہ ملائکہ کا کلام لانا نبوت عامہ ہی ہے نہ کہ تشریعی نبوت۔

نیز فرماتے ہیں:۔

"والحق ان الکلام فی الفرق بینھما
انما ھو فی کیفیۃ ما ینزل بہ
الملک لا فی نزول الملک۔"
(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۸)

یہ عبارت امام شعرانیؒ نے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی کتاب فتوحات مکیہ سے لی ہے۔ اس میں شیخ اکبر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سچی بات یہ ہے کہ دونوں قسم کے نبیوں (تشریعی اور غیر تشریعی) کے درمیان فرق صرف اس چیز کی کیفیت میں ہوتا ہے جسے فرشتہ لے کر نازل ہوتا ہے۔ فرشتہ کے نازل ہونے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

خود امام عبدالوہاب شعرانیؒ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اعلم ان مطلق النبوۃ لم ترتفع انما ارتفع نبوۃ التشریع" (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵)

کہ جان لو مطلق نبوت بند نہیں ہوئی صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے۔

یہ مطلق نبوت جسے یہ بزرگانِ دین بند قرار نہیں دیتے یہ المبشرات والی نبوت ہی ہے جو ختم نبوت کی فیض رسانی کا ثمرہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کا مقام جہاں آپ کو آخری شارع اور آخری مستقل نبی ثابت کرتا ہے وہاں خاتم النبیین کا لفظ "خاتم" بلحاظ اصل وضع اپنی فیض رسانی میں مؤثریت کے پہلو پر بھی مشتمل ہے۔ جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی خاتم النبیین کے لفظ "خاتم" کی اس حقیقت مؤثرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"جیسے خاتم کا اثر مختوم علیہ پر ہوتا ہے ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض پر ہوگا۔" (تحذیر الناس صفحہ ۱)

آپ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور باقی سب انبیا موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں۔ خاتم النبیین کی اسی حقیقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:-

"انبیاء کے افراد خارجی پر ہی آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی بلکہ افراد مقدرہ (جن کا آنا تجویز کیا جائے) پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائیگی۔ بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔" (تحذیر الناس صفحہ ۲۸)

ختم نبوت کے اس فیض رسانی کے پہلو سے مستفیض ہونے کیلئے اب شریعت کاملہ تامہ محمدیہ کی پیروی البتہ شرط ہوگی۔ اسلئے صرف امتی نبی کا ظہور ہی مقدر قرار دیا جا سکتا ہے نہ کہ مستقل اور آزاد نبی کا ظہور۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیض رسانی کا یہ پہلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نبی اور اسلام کو ایک زندہ مذہب ثابت کرنیکا مؤثر ذریعہ اور روشن ثبوت ہے۔ اس سچی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خاتم النبیین ہونے کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں سے ایک امتیازی شان اور ایک ارفع مقام رکھتے ہیں اور آپ کے ظہور کے بعد کسی مستقل اور آزاد نبی کا ظہور ممتنع ہے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں تمام مدارج روحانیہ مل سکتے ہیں جن میں سے سب سے بڑا مرتبہ وہ مقام نبوت ہے جسے محی الدین ابن عربیؒ اور امام عبدالوہاب شعرانیؒ وغیرہ مطلق نبوت قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے وہ شرف و رتبہ میں اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین سے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت کے چاروں مدارج آپ کے اُمتی کو مل سکتے ہیں۔ امام راغبؒ اصفہانی نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ تفسیر بحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے:-

"قال الراغب ممن انعم اللّٰہ علیہم من الفرق الاربع فی المنزلۃ والثواب النبی بالنبی والصدیق بالصدیق والشہید بالشہید والصالح بالصالح۔"

کہ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پہلے انعام یافتہ لوگوں سے جو چار قسم کے ہیں مرتبہ اور ثواب میں ملا دیگا۔ نبی کو نبی سے، صدیق کو صدیق سے، شہید کو شہید سے اور صالح کو صالح سے۔

افسوس ہے کہ مضمون نگار صاحب قرآن کریم کی اس آیت سے ختم نبوت کے اس عمرانی پہلو کو پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ختم نبوت کا ایک عظیم الشان عمرانی پہلو ہے جس کو اسلام کے

برحق ہونے کے متعلق مخالفینِ اسلام پر زبردست حجت تمام کی جا سکتی ہے۔

مضمون نگار صاحب کو یہ کھٹکا لگا ہوا ہے کہ اگر نبوت کو اُمتِ محمدیہ میں باقی قرار دیا جائے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ اسلام کی جمعیت ہمیشہ پراگندگی اور افتراق کے خطرہ میں مبتلا رہے اور ہر نئے نبی کے آنے پر کفر اور اسلام کی ایک نئی تفریق پیدا ہو جائے۔ اسلام نے دراصل نبوت کا دروازہ بند کر کے ملّتِ اسلامیہ کو ایک وحدت اور پائیدار قوت عطا کی ہے۔

مگر مضمون نگار صاحب اس حقیقت کو فراموش کر گئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں ملّتِ اسلامیہ کے تہتّر فرقوں میں تقسیم ہو جانے کی خبر دی ہے اور فرمایا ہے کلّھم فی النار الا ملّۃ واحدۃ۔ اور اس پراگندگی اور انتشار کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آسمانی نظام مقرر کیا گیا ہے کہ اُمتِ محمدیہ میں مسیح نبی اللہ کو بھیجا جائے تا اُمتِ محمدیہ میں وہ حکم و عدل ہو اور اس کے ذریعہ اور اس کے ہاتھ پر یہ افتراق دور ہو۔ لیکن تعجب ہے کہ جب وہ موعود ظاہر ہوتا ہے تو اس کو رد کرنے کے لئے اس قسم کے خطرات بیان کر کے نبوت کے دروازہ کو من کل الوجوہ بند قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر بابِ نبوت من کل الوجوہ بند ہوتا تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیوں فرماتے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ کیا "مبشرات" کو اس حدیثِ نبوی میں نبوت کا حصہ قرار نہیں دیا گیا؟ اگر قرار دیا گیا ہے تو پھر بابِ نبوت من کل الوجوہ کیسے بند ہوا نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

"ابوبکر افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبیٌّ۔ (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق صـ۔)

کہ حضرت ابوبکر اس اُمت میں سے افضل ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو۔

اس حدیث میں الّا ان یکون نبیٌّ کے الفاظِ نبویؐ اس بات پر قطعی دلیل ہیں کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ کی اُمت میں نبی کا ہونا محال اور ممتنع نہیں بلکہ ممکن ہے۔

ہاں مضمون نگار صاحب پر یہ واضح رہے کہ اُمتی نبی کے انکار سے مسلمانوں کے درمیان ایسی تفریق ہرگز پیدا نہیں ہوتی جس سے انکار کرنے والا اُمتِ محمدیہ کی ظاہری چاردیواری سے خارج ہو جاتا ہو یا عام اسلامی معاشرہ کا فرد نہ رہتا ہو۔

پس مضمون نگار صاحب کا یہ خطرہ بھی بے بنیاد ہے جس کے پیشِ نظر وہ بابِ نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کے لئے بھی بند قرار دینا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ان لوگوں کو احمدیت کی روح کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان پر یہ حقیقت کھل جائے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ شریعتِ محمدیہ کے ایک خادم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زمانہ میں نائب ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل آپ کو کسی آزاد اور مستقل نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہیں اور آپ کی شریعت کی پیروی سے انحراف کو خسرانِ مبین یقین کرتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

بقایا دار حضرات

اپنے بقایا جات جلد ادا فرمائیں!

(مینیجر)

صلیبی حادثہ کے بعد حضرت مسیح ناصریؑ کہاں گئے؟

وَاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ (سورہ مومنون)

قرآنی بیان کی صداقت پر صحفِ سماوی کی شہادت

(جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپور)

ایک تاریخی انکشاف

اُنیسویں صدی کے آخری رُبع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کے ابطال اور اسلام کی برتری کے اثبات میں دنیا کے سامنے یہ تحقیق پیش کی —— کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی زندگی کے دو دور ہیں۔ ایک دور فلسطین سے تعلق رکھتا ہے جو کہ آپ کی عمر کے تینتیس سال پر مشتمل ہے۔ دوسرا دور صلیبی حادثہ سے نجات کے بعد مختلف ممالک کی سیاحت اور شمال مغربی ہندوستان میں سکونت سے متعلق ہے جو کہ آپ کی باقی عمر کے کم و بیش نوّے سال تک ممتد ہے۔

شمال مغربی ہندوستان میں حضرت مسیح ناصریؑ کے وُرود کا بڑا باعث یہ ہے کہ آپ کا مشن چونکہ بنی اسرائیل کیلئے وقف تھا اور قدیم زمانہ میں آشوری بادشاہوں نے اسرائیلی "اسباطِ عشرہ" کو ان کے وطن ارضِ کنعان سے جلاوطن کر دیا۔ اور پہلے آشور اور پھر میدیا کے علاقہ میں لا کر بسا دیا۔ جہاں سے وہ حالات کے سازگار ہونے پر شمال مغربی ہندوستان میں آ کر بس گئے اور باقی دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ اسلئے ضروری تھا کہ جہاں حضرت مسیح ناصری بنی اسرائیل کے ان دو فرقوں کو جو کہ فلسطین اور اس کے قرب و جوار کے ممالک میں بسے ہوئے تھے آسمانی بادشاہت کا پیغام پہنچائیں وہاں ان "گمشدہ اسباطِ عشرہ" کے پاس بھی خود جائیں اور انہیں دینِ حق سے روشناس کریں جو ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ میں بسے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ اسی مشن کو لیکر ہندوستان میں آئے۔ اسرائیلی قبائل نے جو کہ ان علاقوں میں آباد تھے آپ کے پیغام پر لبیک کہا اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ان گمشدہ بھیڑوں کا ایک ہی گلہ ہو گیا اور ایک ہی چوپان۔ آپ اپنے مشن کی تکمیل کے بعد کشمیر میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر یوز آسف نبی کی قبر کے نام سے آج تک وہاں موجود ہے۔

قرآنی بیان

یہ عظیم الشان تحقیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کی اساس پر دنیا کے سامنے پیش کی۔

(۱) وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (۴: ۱۵۸)

(۲) فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ..... وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝

(۳: ۵۱-۵۳)

(۳) وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ (۵: ۱۱۰)

(۴) وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝ (مومنون)

(۵) وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ (سورہ مریم)

(۲) وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ
(۳) الْمُقَرَّبِيْنَ • (سورہ آل عمران)
(۳) يَا عِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ
اِلَيَّ (آل عمران)

۱۔ ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری کے خلاف دشمنوں کا یہ منصوبہ کہ آپ کو قتل کر دیا جائے یا صلیب پر مار دیا جائے ناکام رہا۔ آپ صلیبی موت سے بچائے گئے ہاں حقیقت حال لوگوں پر ضرور مشتبہ ہو گئی۔

۲۔ یہودیوں نے اپنی سازشوں کے جال میں آپ کو پھنسانا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ کی مخفی تدبیروں کے سامنے جو کہ آپ کو بچانے کے لئے کی گئیں ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی مخفی تدبیریں کامیاب ہوئیں اور یہودی اپنی سازشوں، اپنے منصوبوں اور اپنی خفیہ تدبیروں میں انجام کے لحاظ سے خائب و خاسر اور ناکام رہے۔

۳۔ نہ صرف یہ کہ آپ کو یہودی رومن حکومت کے ذریعہ صلیبی موت سے مار نہ سکے اور آپ صلیبی حادثہ سے بچائے گئے بلکہ آپ واقعۂ صلیب کے بعد ان کی گرفت سے بچ کر صاف نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کئے اور ایسے طریق سے آپ کو اس قوم میں سے نکالا کہ انکے ہاتھ آپ تک نہ پہنچ سکے۔

۴۔ آپ اپنی والدہ کو ساتھ لیکر اپنے وطن سے نکل کھڑے ہوئے اور صلیبی حادثہ اور دُور دراز کے سفر کی مصیبتوں کے بعد آپ کو اور آپ کی والدہ کو ایک ایسے ملک میں پناہ دی گئی جو کہ بلند و بالا پہاڑی مقام ہے۔ اس کے باوصف وہ کھلا میدان ہے اور رہائش کی عمدہ جگہ۔ اور یہاں آپ دونوں کے لئے دشمن سے بچاؤ اور جائے قرار بھی ہے اور یہاں چشمے جاری ہیں۔

۵۔ اس ہجرت میں آپ جہاں بھی گئے اپنے فیوض و برکات لوگوں میں پھیلاتے رہے اور آپ کی عزت و وجاہت دُنیا میں قائم ہوئی۔ کیونکہ یہ خدائی وعدہ تھا کہ آپ جہاں بھی جائیں گے روحانی برکات آپ کے ساتھ ہوں گی۔ اس دنیا میں بھی آپ کی عزت و وجاہت قائم ہوگی اور اُخروی وجاہت بھی آپ کو حاصل ہوگی۔ اور آپ مقربین میں سے ہوں گے۔

۶۔ بالآخر آپ حسب وعدہ طبعی موت سے وفات پاگئے اور آپ کی روح کو اعلیٰ علیین میں اللہ تعالیٰ کے ہاں رفع حاصل ہوا۔

آسان طریق فیصلہ

یہ قرآنی بیان اُس نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کی لسانِ صدق سے دُنیا نے سُنا جو حضرت مسیح سے چھ سو سال بعد صحرائے عرب میں ظاہر ہوا۔ واقعہ کی اس حقیقت کو غیروں نے رد کیا اور اپنوں نے فراموش کر دیا۔ تاآنکہ اس نبی کی اُمت میں مسیح موعود ظاہر ہوا جس نے تاریخ کا فراموش شدہ ورق ازسرِ نو یاد دلایا۔ یہ ورق اس کے ہاتھ میں کسرِ صلیب کا ایک زبردست حربہ بن گیا۔

اب فیصلے کا آسان طریق جس کی طرف قرآن مجید نے راہنمائی کی ہے یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے صُحفِ سماوی کے سامنے اپنے دعاوی پیش کریں۔ اگر ربانی صحیفے ان کے دعاوی کو رد کر دیں تو وہ ان سے رجوع کر لیں۔ اگر مہرِ تصدیق ثبت کر دیں تو ان پر بڑی خوشی سے قائم رہیں۔

یہ مسلّم ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی آمد کے متعلق صحفِ سماویہ میں بشارات موجود ہیں۔ ان بشارات کو ایک نظر دیکھ لیا جائے۔ ان کی رو سے عیسائیت اور اسلام کے متنازعہ نظریات کا فیصلہ کوئی مشکل کام نہیں۔ آیئے واقعہ صلیب مسیح کے متعلق صحفِ سابقہ کی بشارات کو ہم دیکھیں کہ ان میں کیا لکھا ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ صحفِ سماوی کی

وہ پیشگوئیاں جو کہ عیسائیت میں حضرت مسیح ناصریؑ کے لئے مسلّم ہیں۔ ان کو جب ہم دیکھتے ہیں تو صاف لکھا ہوا پاتے ہیں کہ آنے والا موعود موت کے حادثہ سے بچایا جائے گا۔ وہ اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کا دور مشرق تک پیچھا کریگا۔ آخر وہ ان کو پا لیگا۔ وہ ایک پہاڑی علاقہ اور چشموں والی زمین میں پناہ لیگا اور اپنی قوم کی گلہ بانی کریگا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی پیشگوئی

اس سلسلہ میں پہلی پیشگوئی زبور داؤد علیہ السلام میں ہمیں ملتی ہے۔ عیسائیت میں یہ مسلّم ہے کہ زبور بائیس[۲۲] اور زبور چونتیس[۳۴] حضرت مسیح ناصریؑ کے متعلق ہیں۔ اناجیل اربعہ میں ان زبوروں کی بشارات کو حضرت مسیح ناصری پر چسپاں کیا گیا ہے[۱]۔ زبور بائیس کی دعائیں جو کہ آنے والے موعود کے واقعۂ صلیب کے متعلق ہیں۔ اس وقت حضرت مسیح ناصری کی زبان پر تھیں جب آپ تختۂ صلیب پر تھے۔ شاید لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ "ایلی ایلی لما سبقتانی" کوئی مایوسی کا کلمہ ہے جو کہ ناامیدی کی حالت میں بے اختیارانہ آپ کی زبان سے نکلا تھیں نہیں یہ آپ کا کلمہ ہی نہیں بلکہ زبور بائیس[۲۲] کی دعائیں شروع ہی اس کلمہ سے ہوتی ہیں آپ کی زبان پر اس وقت اس زبور کی دعائیں تھیں۔ یہ حقیقت "مکتوب سکندریہ" میں بیان ہوئی ہے۔ یہ مکتوب آج سے انیس سو سال پیشتر حضرت مسیح ناصری کے ایک دوست اور عقیدتمند نے اپنے سلسلہ کے احباب کو یروشلم سے سکندریہ میں لکھا اور ہزار مخالفتوں کے باوجود جو کہ پادریوں کی طرف سے ہوئیں آج شائع شدہ موجود ہے۔ اس مکتوب میں صاف لکھا ہے کہ حضرت مسیح ناصری بیہوشی کی حالت میں صلیب سے زندہ اتار لئے گئے۔ بعد میں آپ کا علاج معالجہ ہوا۔ آپ تندرست و توانا ہو گئے اور اپنے مشن پر روانہ ہو گئے۔

واقعاتِ صلیب کے دوران میں ایک جگہ لکھا ہے:۔

"ان عورتوں میں سے جو گلیل سے آئی ہوئی تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ یسوع کی ماں مریم بھی تھی۔ یسوع نے ان میں سے اپنی ماں کو شناخت کر لیا جو یوحنا حواری کے قریب کھڑی تھی۔ اس وقت یسوع شدتِ درد سے بیتاب ہو رہا تھا۔ وہ بہت زور سے چلّایا اور اس نے زبور پڑھ کر خدا سے دعا کی کہ اے خدا اس کربِ عظیم سے مجھے نجات دے۔"

(The Crucifixion by An eye witness P. 62)

بائیسواں زبور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے واقعۂ صلیب کی سچی تصویر ہے جو کہ پیشگوئی کے طور پر واقعہ صلیب سے کم و بیش ایک ہزار سال قبل حضرت داؤد علیہ السلام نے زبور میں درج کی "اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" یہ زبور درد میں ڈوبے ہوئے اس فقرہ سے شروع ہوتا ہے۔ انجیل نویسوں نے دھوکا کھایا انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ فقرہ حضرت مسیح ناصری نے اپنے پاس سے اضطراری طور پر درد و کرب کے عالم میں زبان سے نکالا حالانکہ آپ جیسا کہ مکتوب سکندریہ کی عبارت مندرجہ بالا سے ثابت ہے اس زبور کی دعائیں پڑھ رہے تھے جو ایک صادق شخص کے کربِ عظیم کے متعلق ایک ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے بتائی تھیں۔ اس زبور میں یہ بھی ذکر ہے کہ اس مردِ مظلوم کی دعائیں قبول ہوں گی۔ وہ شخص اس کربِ عظیم میں مریگا نہیں بلکہ بچایا جائے گا اور اسرائیل کا ایک بڑا حصہ اسکو قبول کریگا۔ اور اس کا ناتواں ہوگا۔ بشارات کے بعض حصے درج ذیل ہیں:۔

درد میں ڈوبی ہوئی دعائیں!

(اے میرے خدا اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں

---

[۱] یوحنا ۱۹/۲۴ ۔ متی ۲۷/۴۶ ۔ عبرانیوں ۲/۱۲ ۔ یوحنا ۱۹/۲۸

چھوڑ دیا؟ تُو میری مدد اور میرے نالہ و فریاد سے کیوں دُور رہتا ہے؟ .... ہمارے باپ دادوں نے تجھ پر توکل کیا۔ ہاں انہوں نے توکل کیا اور تُو نے ان کو چھڑایا۔ انہوں نے تجھ سے فریاد کی اور رہائی پائی۔ انہوں نے تجھ پر توکل کیا اور شرمندہ نہ ہوئے۔ پر مَیں تو ایک کیڑا ہوں نہ انسان۔ آدمیوں میں انگشت نما ہوں اور لوگوں میں حقیر۔ وہ سب جو مجھے دیکھتے ہیں میرا مضحکہ اڑاتے ہیں .... کہ اس نے اپنا معاملہ خدا پر چھوڑا ہے پس وہی اسے بچائے۔ جب کہ وہ اس سے خوش ہے تو وہی اسے چھڑائے۔"

صلیبی حادثہ کی سچی تصویر

۲۔ "مجھ سے دُور نہ رہ کیونکہ مصیبت دروازہ پکڑی ہے اور کوئی مددگار نہیں۔ بہت سے بیلوں نے مجھے گھیر لیا۔ باشان کے زور آور سانڈ میرے چوگرد ہیں۔ وہ پھاڑنے اور گرجنے والے ببر کی طرح مجھ پر اپنا مُنہ پسارے ہوئے ہیں۔ مَیں پانی کی طرح بہا جاتا ہوں۔ میری سب ہڈیاں اُکھڑ گئیں۔ میرا دل مانندِ موم میرے سینہ میں پگھل گیا۔ میری قوت ٹھیکرے کی طرح خشک ہو گئی اور میری زبان میرے تالُو سے چپک گئی اور تُو مجھے موت کی خاک میں ملاتا ہے۔ کتوں نے مجھے گھیر لیا۔ بدکاروں کا گروہ مجھے گھیرے ہوئے ہے۔ وہ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدتے ہیں .... وہ (تختۂ دار پر کھینچ کر تاملی) میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں اور میری پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں۔ لیکن تُو اے خداوند دُور نہ رہ۔ اے میرے چارہ ساز میری مدد کے لئے جلدی کر۔ میری جان کو تلوار سے بچا اور میری جان کو کتے کی گرفت سے۔ مجھے ببر کے مُنہ سے بچا۔"

کربِ عظیم سے نجات

۳۔ "تو نے سانڈوں کے سینگوں میں سے مجھے چھڑایا ہے۔ مَیں تیرے نام کی اپنے بھائیوں کو خوشخبری دونگا میں (اسرائیلی) جماعت میں تیری ستائش بیان کروں گا۔ اے خداوند سے ڈرنے والو! اس کی ستائش کرو۔ اے یعقوب کی اولاد سب اس کی تمجید کرو۔ اور اے اسرائیل کی نسل سب اسکا ڈر مانو۔ کیونکہ اس نے نہ تو مصیبت زدہ کی مصیبت کو حقیر جانا نہ اس سے نفرت کی۔ نہ اس سے اپنا مُنہ چھپایا۔ بلکہ جب اس نے خدا سے فریاد کی تو اس نے سُن لی[1]۔"

اسرائیل کے اسباطِ عشرہ میں تبلیغ

۴۔ "تُو نے ہی مجھے اس قابل کیا کہ مَیں ایک بڑی جماعت میں تیری ثنا خوانی[2] کر سکوں۔ مَیں اس سے ڈرنے والوں کے اُوپر اپنی نذریں (قربانیاں) ادا کرونگا۔

لہ انجیل میں لکھا ہے :-

"مسیح نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اس کی سُنی گئی۔" (عبرانیوں ۵ ؎)

لہ زبور ۱۰۹ میں بھی زبور ۲۲ والا مضمون ہے۔ یہ پیش گوئی بھی انجیل میں واقعاتِ صلیب پر چسپاں کی گئی ہے۔ صلیب کے موقع پر لوگوں کے استہزاء کے ذکر کے بعد لکھا ہے :-

"مَیں اپنے مُنہ سے خداوند کی بہت ہی ستائش کرونگا مَیں بہت سے لوگوں کے درمیان اسکی حمد بیان کرونگا کیونکہ وہ مسکین کے دہنے ہاتھ پکھڑا ہے تاکہ اسکو ان لوگوں سے جو اسکی جان پر فتوےٰ دیتے ہیں رہائی دے" (۳۰-۳۱ آیت)

حلیم کھائیں گے اور سیر ہوں گے۔ خداوند کے طالب اس کی ستائش کریں گے۔ تمہارے دل ابد تک زندہ رہیں ..... ایک نسل جو اس کی بندگی کرے گی ابد تک خداوند سے مخصوص ہوگی۔ وہ آئیں گے اور ایک دوسری پشت کو اس کی صداقت کی خوشخبری دیں گے کہ اس نے یہ کام کیا ہے" (یعنی خدا تعالیٰ نے معجز نما طریق پر ایک صادق انسان کو بچایا۔ ناقل)

بشارت کا خلاصہ

اس زبور کے مضامین سے ظاہر ہے کہ ایک موعود انسان کو اسکے دشمن گھیر لینگے اور قتل کرنے کے درپے ہوں گے۔ وہ اُسے تختۂ دار پر کھینچ دیں گے اور اس کے ہاتھ اور پاؤں چھیدے جائیں گے اور اس کے کپڑے اتار کر دشمن آپس میں بانٹ لینگے۔ لوگ اس کی بے چارگی اور مصیبت پر درپے استہزا ہونگے۔ اس برگزیدہ ہستی کو اس جانکاہ حادثہ کا پہلے سے علم ہوگا۔ جبتک وہ باہوش رہتا ہے دردناک دعائیں اس کی زبان سے نالہ و فریاد بن کر بلند ہوں گی۔ آخر اس کی دعاؤں کی قبولیت کا وقت آ پہنچتا ہے۔ وہ تختۂ دار پر چڑھ کر بھی معجز نما طریق پر بچالیا جاتا ہے (وہ بنی اسرائیل کے دو فرقوں کو جو ارض کنعان میں بس رہے تھے خیرباد کہتا ہے) اور اسباطِ عشرہ کی بڑی جماعت کے پاس پہنچتا ہے جہاں وہ تشکر یہ کی قربانیاں دیتا ہے۔ ایک مقدس نسل اس کے انفاس طیبہ کے ذریعہ تیار ہوتی ہے۔ اور اس معجز نما مخلصی کی خبر وہ آیندہ نسل کو دیتی ہے۔ (زبور ۴۰، ۶۹، ۷۰ میں بھی کم و بیش یہی مضمون بیان ہوا ہے)

زبور چونتیس باب کی بشارت

انجیل یوحنا میں جہاں یہ ذکر ہے کہ حضرت مسیح ناصری کو صلیب سے اتارا گیا اور ایک سپاہی نے بھالے سے آپ کی پسلی کو چھیدا تو فی الفور اس سے خون اور پانی بہ نکلا۔ لیکن آپ کی ہڈیاں توڑی نہیں گئیں۔ تو اس موقع پر یوحنا ایک چشم دید گواہی دیتے ہیں جن کی تفصیل بیان نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ زبور کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ جس پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہے :-

"میں ہر وقت خداوند کو مبارک کہوں گا۔ اسکی ستائش ہمیشہ میری زبان پر ہوگی .... میں نے خداوند سے التماس کی تو اس نے میری مدد کی اور میرے سارے خوفوں سے مجھے رہائی بخشی ...... اس غریب نے رہائی دی خداوند نے اس کی سنی اور اسے اس کے سب دکھوں سے چھڑا لیا۔ خداوند کا فرشتہ اس سے ڈرنے والوں کے چاروں طرف خیمہ زن رہتا ہے اور انہیں بچاتا ہے ..... اے بچو آؤ اور میری بات سنو۔ میں تم کو خدا کے خوف کی تعلیم دونگا۔ وہ کون ہے جو زندگی کا مشتاق ہے۔ جو بڑی عمر چاہتا ہے۔ (لیکن کس لئے ؟) تاکہ نیکی اور بھلائی (کو پھیلتے ہوئے) دیکھے ..... صادق چلائے اور خداوند نے ان کی سن لی۔ اور ان کے سارے دکھوں سے ان کو نجات دی۔ خداوند شکستہ دلوں کے نزدیک ہے۔ اور وہ لوگ جو کہ فروتن روح رکھتے ہیں انکو بچاتا ہے۔ صادق کی مصیبتیں بہت ہیں پر ان سب سے خداوند اس کو چھڑائے گا۔ وہ اس کی سب ہڈیوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ ان میں سے ایک بھی توڑی نہیں جاتی ...... صادق سے عداوت رکھنے والے مجرم ٹھہرینگے۔"

مقدس یوحنا کی گواہی

مقدس یوحنا کی مشارٌ الیہ گواہی کو سمجھنے کے لئے اس بشارت کے پس منظر کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ یوحنا حواری

دراصل اپنی انجیل میں یہ گواہی دیتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری صلیب سے زندہ اتار لئے گئے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کا جسم چھیدنے پر خون اور پانی بہ نکلا جو کہ زندگی کی واضح علامت ہے۔ وہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ نشانِ حیات میرے سامنے ظاہر ہوا:-

"جس نے یہ دیکھا ہے اس نے گواہی دی ہے
اور اس کی گواہی سچی ہے۔ اور وہ جانتا ہے
کہ وہ سچ کہتا ہے تاکہ تم بھی ایمان لاؤ (کہ
یہود اپنے منصوبے میں ناکام رہے اور
حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ نے صلیبی موت سے
بچا لیا۔ ناقل) یہ باتیں اسلئے ہوئیں کہ یہ نوشتہ
پورا ہو کہ اس کی کوئی ہڈی توڑی نہ جائیگی"

(یوحنا $\frac{19}{35-36}$)

جس زبور کا حوالہ یوحنا حواری نے دیا ہے اسکو پڑھکر یوحنا کی گواہی کو اور زبور کے مضمون کو سمجھنا کوئی مشکل کام نہیں۔ زبور بائیس کی طرح زبور چونتیس میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ ایک صادق انسان موت کے مُنہ سے بچایا جائے گا۔ وہ صلیب پر چڑھایا جائے گا لیکن تکمیلِ صلیب نہ ہو سکے گی۔ اس کی کوئی ہڈی توڑی نہ جائے گی' وہ زندہ رہے گا اور اس کو لمبی عمر دی جائے گی۔ اس کی زندگی کی خواہش برائے زندگی نہ ہوگی بلکہ اسلئے ہوگی کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے مشن کی تکمیل کا مشاہدہ کر سکے۔ وہ آسمانی بادشاہت کا جلوہ لوگوں کے قلوب میں دیکھ سکے۔ نیکی، بھلائی اور ہدایت کے مشاہدہ کے لئے وہ زندگی کا مشتاق ہے۔ موت کے خوفناک جبڑوں سے اُسے نجات ملتی ہے اور اس کے دشمن خائب و خاسر رہتے ہیں۔ یوحنا حواری اِس زبور کے مضمون کا عملی مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے آقا کلیبے حس و حرکت جسم پڑا ہے۔ ابھی ابھی صلیب سے انہیں اتارا گیا ہے۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جسم عنصری سے روح پرواز کر چکی ہے۔ باقی سزا یافتہ لوگوں کی ہڈیاں توڑ دی گئیں۔

جب سپاہی مسیح کے پاس آئے تو دیکھا کہ بے حس و حرکت لاشہ سامنے پڑا ہے۔ سوچا کہ یہ تو مر چکا اس کی ہڈیاں کیا توڑنی ہیں۔ پھر بھی تسلی کے لئے ایک سپاہی نے آپ کی پسلی کو بھالے سے چھید دیا تاکہ دیکھے کہ آپ کے جسم میں کوئی حرکت پیدا ہوتی ہے یا نہیں۔ آپ کے جسم میں معمولی ارتعاش بھی پیدا نہ ہوا۔ تسلی ہو گئی کہ یہ شخص فوت ہو گیا ہے آپ کی ہڈیاں سلامت رہیں۔ سپاہی کے جانے کے بعد یوحنا نے جب دیکھا کہ آپ کے جسم سے خون اور پانی بہ نکلا ہے تو سمجھ گئے کہ آپ زندہ ہیں۔ یہ ان مخفی تدابیر میں سے ایک تدبیر تھی جو یوحنا کے سامنے اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے ظاہر کی۔ یوحنا جب یہ واقعہ اپنی انجیل میں لکھنے بیٹھے تو اس موقع پر ایک حکیمانہ اخفاء سے کام لیا۔ اگر وہ صاف طور پر لکھ دیتے کہ حضرت مسیح زندہ تھے کہ ان کو ہم اٹھا کر لے گئے۔ ان کا علاج معالجہ کیا اور وہ ابھی تک زندہ موجود ہیں تو نتیجہ یہ ہوتا کہ سب حواری گرفتار ہو جاتے اور حضرت مسیح ناصری کے گرفتار ہونے کا بھی اندیشہ تھا۔ اسلئے یوحنا حواری نے اس واقعہ کو ایسے طور پر بیان کیا ہے کہ اصل واقعہ بھی بیان کر گئے ہیں لیکن پردۂ اخفاء بھی ڈال گئے ہیں۔ زبور کے حوالہ کو دیکھنے کے بعد یہ پردہ اُٹھ جاتا ہے اور اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ خون زندہ جسم سے نکلتا ہے نہ کہ مُردہ جسم سے واقعہ کی اصل صورت مبرہن ہو کر سامنے آجاتی ہے۔

مکتوب سکندریہ کی وضاحت

مزید وضاحت کے لئے قدیم دستاویز "مکتوب سکندریہ" کا مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:-

"اِس بات پر زیادہ اطمینان پانے کے لئے
کہ مسیح واقعی مر چکا ہے۔ ایک سپاہی نے اپنا
بھالا یسوع کے جسم میں ...... مارا۔ اس سے
اس کے جسم میں کوئی تشنج اور حرکت پیدا نہ
ہوئی اور اِس چیز کو پہرہ داروں کے سردار

نے یسوع کی موت کا حتمی اور یقینی نشان سمجھا تھا ..... لیکن اس نامعلوم زخم سے خون اور پانی بہ نکلا۔ یوحنا اس زخم سے خون اور پانی کے بہنے کو دیکھ کر بہت متعجب ہوا اور میرے دل میں بھی مسیح کی زندگی کی امید دوبارہ پیدا ہو گئی۔ یوحنا بھی ہماری اخوت کی تعلیم کی رُو سے جانتا تھا کہ کسی مُردہ جسم میں زخم کرنے سے چند قطرات خون منجمد کے نکلنے کے سوا اور کچھ نہیں نکل سکتا۔ لیکن یہاں پانی اور خون نکلا ..... جب حکیم نقادیمس نے یسوع کے زخم کو دیکھا کہ اس میں سے خون اور پانی نکل رہا ہے تو اس کی آنکھوں میں امید سے جان بھر آئی ..... اور وہ کہنے لگا۔ پیارے دوستو! میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں اور آپ کو خوش ہونا چاہیئے۔ آؤ ہم کام کریں۔ یسوع مرا نہیں ہے۔ اس کی حالت صرف اسلئے (موت کے مشابہ) نظر آ رہی ہے کہ اس کی طاقت بالکل زائل ہو گئی ہے۔"

(The Crucifixion by An eye witness P. 71, 70, 73)

اس وضاحت کے پیش نظر انجیل میں یوحنا کی چشم دید گواہی اور زبور ۳۴ کے مضمون کو سمجھنا بالکل آسان ہو جاتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

زبور ۱۶ باب

زبور ۳۴ باب میں تو یہ ذکر ہے کہ آنیوالے موعود کے جسم کی کوئی ہڈی توڑی نہ جائیگی۔ گویا تکمیل صلیب نہ ہو سکے گی۔ زبور ۱۶ باب میں جسے انجیل میں حضرت مسیح پر چسپاں کیا گیا (اعمال ۲/۲۷، ۱۳/۳۵) لکھا ہے:۔

"اے خدا تو میری حفاظت کر کیونکہ میں نے
تیری پناہ لی ہے ..... دلپذیر مقامات میں
میرے لئے جریبیں ڈالی گئیں اور میری میراث
عمدہ ہے ..... تو میری جان کو قبر میں رہنے
نہ دیگا اور تو اپنے قدوس کو سڑنے نہ دیگا۔
تُو نے مجھ کو زندگی کے راستے دکھائے اور
تو اپنے دیدار میں مجھ کو خوشیوں سے معمور کریگا۔
تیرے دہنے ہاتھ میں میرے لئے ابد تک عشرتیں
ہیں"

گویا بتایا گیا کہ وہ موعود قبر میں بھی اُتارا جائے گا لیکن وہ زندہ رہیگا۔ قبر میں زیادہ دیر نہ رکھا جائے گا۔ وہ چونکہ زندہ ہوگا سڑیگا نہیں۔ اس کے بعد اس کی رہنمائی ایسے رستوں کی طرف کی جائے گی جو کہ زندگی کے رستے ہوں گے۔ وہ ایسے علاقوں میں ہجرت اختیار کریگا جس کے مقامات دلپذیر ہوں گے جو کہ نہایت عمدہ سرزمین ہے۔

یسعیاہ نبی کے صحیفہ میں بشارت

یسعیاہ ۴۰ تا ۵۳ باب کی بشارات ایک ایسے نبی سے تعلق رکھتی ہیں جو خورس (ذوالقرنین) کا ہمعصر تھا۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی بابل کی تباہی سے چند سال پیشتر جلاوطن یہودی قبائل کے درمیان بابل میں مبعوث ہوا۔ اس نبی کی پیشگوئی کے مطابق بابل ۵۳۹ قبل مسیح میں خورس کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

صحیفہ یسعیاہ کے یہ ابواب اس نامعلوم نبی "یسعیاہ ثانی" کے نام سے منسوب ہو گئے۔ ان بشارات میں بنی اسرائیل کی تین بحالیوں کا ذکر ہے جو کہ تین الگ الگ شخصیتوں اور تین الگ الگ زمانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

پہلی بحالی

سب سے قریبی اور اوّلین بحالی فارسی شہنشاہ خورس سے تعلق رکھتی ہے جس نے بنی اسرائیل کے دو فرقوں کو ارض کنعان میں بسنے کی اجازت دی اور اسرائیلی اسباط عشرہ کو مشرقی ممالک میں بسانا شروع کیا۔

یہی وجہ ہے کہ خورس اسرائیل کا نجات دہندہ کہلایا۔

مشرق سے برپا ہونے والے اس عظیم بادشاہ کا ذکر سب سے پہلے یسعیاہ ۴۱ باب میں ہمیں ملتا ہے۔ خورس کی فتوحات اور تسلط کے ذکر کے بعد فرمایا کہ بنی اسرائیل اس کے زمانہ میں بحال ہوں گے۔ ان کے لئے اونچی پہاڑیوں میں دریا اور وادیوں کے درمیان چشمے کھولے جائیں گے۔ بیابان کو پانی کے تالاب اور خشک زمین کو ذخیرہ آب بنا دیا جائے گا۔ وہ آئندہ کے لئے بھوکے اور پیاسے نہ رہیں گے۔ وہ سورج کے جائے طلوع سے یعنی مشرق میں خدا تعالیٰ کا نام پکاریں گے۔[1]

پھر ۴۴ باب میں خورس کا ذکر ہے۔ اسے اس کا نام لیکر پکارا گیا اور اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے اسرائیل کا چرواہا قرار دیا گیا۔ اس باب میں بڑی تفصیل سے یہ ذکر ہے کہ اسرائیل کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ اور وہ پورے طور پر بحال ہوں گے۔

"اے اسرائیل جس کو میں نے چن لیا۔ سن۔۔
۔۔۔ میں تیری نسل پر اپنا روح اور تیری
اولاد پر اپنی برکت انڈیلوں گا۔ پس وہ
گھاس کے درمیان اس بید کی طرح اگیں گے
جو پانیوں کے نالوں پر ہو۔"[2]

پھر ۴۵ باب تا ۴۸ باب میں خورس کے ذریعہ اسرائیل کے دشمنوں کی تباہی، اسیری سے نجات اور اسرائیل کی بحالی کا ذکر ہے۔

دوسری بحالی دوسری بحالی ایک اسرائیلی بندے (مسیح) سے وابستہ ہے جسکے جھنڈے کے نیچے دور مشرق میں بنی اسرائیل کا روحانی و جسمانی لحاظ سے جمع ہونا مقدر تھا۔ (۴۹ باب)

تیسری بحالی تیسری بحالی بنی قیدار (عرب) میں مبعوث ہونے والے ایک "خدا کے بندے" اور "رسول" کے ذریعہ بیان کی گئی۔ چنانچہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں یہاں مغرب میں عرب، شام اور مصر کے اسرائیلی داخل ہوئے وہاں مشرق میں افغانستان اور کشمیر کے اسرائیلی بھی اسلام لائے اور یوں بنی اسرائیل کو زمین کے چاروں کونوں سے ایک دین میں فراہم کر دیا گیا اور ان کے اندر پیشگوئیوں کے مطابق بادشاہت کا سلسلہ بھی جاری ہوا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو یسعیاہ ۴۲ تا ۴۳ باب)

حضرت مسیح ناصری کے ذریعہ اسرائیل کے دس فرقوں کی بحالی

ہمارا آج کا مضمون اسرائیل کی اس بحالی سے تعلق رکھتا ہے جو واقعہ صلیب کے بعد مشرقی ممالک میں حضرت مسیح ناصری جب ہندوستان کے شمال مغرب میں وارد ہوئے تو بنی اسرائیل کو یہاں بستے ہوئے ۷۰۰ سال گذر چکے تھے۔ آپ کی آمد کے بعد یہ قومیں خدا تعالیٰ کے ایک نبی پر ایمان لاکر نہ صرف یہ کہ روحانی لحاظ سے بحال ہوئیں بلکہ اسرائیل کی جسمانی بحالی میں بھی سہولتیں میسر آگئیں اور وہ تکمیل پا گئی۔ یہاں تک کہ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ان گم شدہ بھیڑوں کا ایک ہی گلہ ہو گیا اور ایک ہی چوپان۔

یسعیاہ ۴۹ باب میں ایک اسرائیلی بندے کے ذریعہ اسرائیل کی بحالی کا ذکر ہے۔ ان بشارات کو انجیل میں حضرت مسیح ناصری پر چسپاں کیا گیا (اعمال ۱۳/۴۷ ۲ قرنتیوں ۶/۲) اس پیشگوئی کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

رَسُولًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ

۱۔ خداوند نے مجھے شکم سے بلایا اور میری

[1] یسعیاہ ۴۱ باب ترجمہ از کیتھولک بائیبل
[2] یسعیاہ ۴۴ باب ۱ تا ۴ آیات میں تفصیل ملاحظہ ہو۔

ماں کے شکم سے ہی اس نے میرے نام کو یاد رکھا اور اس نے میرے منہ کو تیز تلوار کی طرح کیا اور اپنے ہاتھ کے سائے میں میری حفاظت کی۔ اور مجھ کو چمکتے ہوئے تیر کی طرح بنایا اور اپنی ترکش میں مجھ کو چھپایا۔ اور اس نے مجھے کہا کہ اے اسرائیل تو میرا بندہ ہے کیونکہ تیرے وجود میں میں جلال پاؤں گا۔"

اسرائیلی موعود کا مشن

۲۔"خداوند اب یوں کہتا ہے جس نے مجھے شکم ہی سے اپنا بندہ بنایا۔ تاکہ یعقوب کو اس کے پاس پھر لاؤں لیں اسرائیل خداوند کے پاس جمع ہوگا اور میں خداوند کی نگاہ میں جلال پاؤں گا۔ اور میرا خدا میری قوت ہوگا۔"

دُور دراز کی قوموں میں نُور کا اشتہار!

۳۔"خداوند نے کہا کہ یہ تو معمولی بات ہے کہ تُو یعقوب کے فرقوں کو قائم کرنے اور اسرائیل کے محفوظ رکھے ہوئے لوگوں (اسباط عشرہ) کو بحال کرنے کے لئے میرا بندہ ہو بلکہ میں نے تجھ کو غیر قوموں کیلئے ایک نُور بخشا۔ تاکہ تیرے وجود سے میری نجات زمین کے کناروں تک پہنچے۔"

اسرائیلی موعود کی مخلصی اور اسکا مشن

۴۔"خداوند جو صادق القول ہے اور اسرائیل کا قدوس ہے جس نے تجھے برگزیدہ کیا ہے۔
(ہاں) خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں نے قبولیت کے وقت تیری سُنی اور نجات کے دن میں تیری مدد کی۔ اور میں نے تیری حفاظت کی اور اُمّت کیلئے تجھے ایک عہد بخشا۔ (یہ عہد آنے والے نبی پر ایمان لانے کا عہد ہے۔ اعمال $\frac{3}{22 \text{ تا } 24}$۔ ناقل) تاکہ زمین کو برقرار رکھے اور ویران میراث وارثوں کے سپرد کرے۔ (آنے والے نبی پر ایمان لانے کے بعد ویران میراث کے اصل وارث بنی اسمٰعیل تھے جن میں نبی عربی مبعوث ہوئے۔)
تاکہ تم قیدیوں کو کہو کہ باہر نکلو اور ان (اسرائیلی قبائل) کو کہو جو اندھیرے میں چھپے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو دکھلائیں اور نمایاں کریں۔"

پہاڑی علاقوں میں اسرائیلی قبائل کی بحالی

۵۔"وہ راہوں میں چریں گے اور سب اونچی اونچی جگہوں میں ان کی چراگاہیں ہوں گی۔ وہ (پہلے طور پر بحال ہو جائیں گے) نہ بھوکے ہوں گے نہ پیاسے اور نہ گرمی کی شدت اور دھوپ ان کو مارے گی کیونکہ ان پر رحم کرنے والا ان کا ہادی ہوگا اور پانیوں کے چشموں کی طرف ان کو لے جائے گا۔ میں اپنے سارے کوہستان کو ایک رہ گذر کر ڈالوں گا۔ اور میری شاہراہیں اونچی ہوں گی۔ دیکھ یہ دُور سے آئیں گے۔ اور دیکھ یہ شمال اور غرب سے اور سینیم کے ملک سے (اس چشموں والی زمین میں۔ ناقل) آئیں گے۔
اے آسمانو گیت گاؤ اور اے زمین تُو خوش ہو اور اے پہاڑو نغمہ کی آواز دکھاؤ کیونکہ خداوند نے اپنے لوگوں کو تسلی بخشی اور وہ اپنے رنجوروں پر رحم فرماتا ہے۔" (یسعیاہ ۴۹ باب)

اسرائیلی موعود کی دعوت

۶۔"پہاڑوں کے اُوپر کیا ہی خوشنما ہیں اس کے پاؤں جو خوشخبری دیتا ہے اور سلامتی (یعنی اسلام) کی منادی کرتا ہے اور خیریت کی خبر لاتا ہے۔ اور

"(آنے والی) نجات کا اشتہار دیتا ہے" (یسعیاہ ۵۲/۷)

پیشگوئی کے اجزاء

ان بشارات سے مندرجہ ذیل امور صاف ظاہر ہیں۔

۱۔ ایک اسرائیلی موعود ظاہر ہوگا۔ اس کا مشن یہ ہوگا کہ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرے اور آنے والے نور کی منادی غیر قوموں میں بھی جا کر کرے۔

۲۔ دشمنوں کی طرف سے اس کی موت کے منصوبے باندھے جائینگے لیکن اس کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا جائے گا۔ اور اُسے مخلصی حاصل ہوگی اور نجات ملیگی۔

۳۔ وہ ان بنی اسرائیل کی طرف جائے گا جو دُور دراز کے علاقوں میں محفوظ رکھے گئے ہیں۔ وہ دُنیا کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ ان کھوئی ہوئی بھیڑوں کی نگہبانی کے لئے ان کا ہادی ان کا پیچھا کریگا اور ان کو پالیگا۔

۴۔ یہ بنی اسرائیل پہلے پہل ایسے علاقوں میں بس رہے ہوں گے جہاں بھوک پیاس اور گرمی کی شدت ان کے لئے وبالِ جان ہوگی۔ بعد ازاں حالات کے سازگار ہونے پر ایسے پہاڑی علاقوں میں جا کر بسیں گے جہاں کہ چشمے جاری ہیں اور بھوک پیاس اور گرمی کی شدت سے ان کو نجات حاصل ہوگی۔ اس چشموں والی زمین میں دُور دُور سے اسرائیلی قبائل آ کر بسیں گے خصوصاً شمال، مغرب اور سینیم کے اسرائیلی بھی یہاں آ کر آباد ہوں گے۔

اسی چشموں والی زمین میں ان کا ہادی (اسرائیلی موعود) ان کا راہنما ہوگا اور ان لوگوں کی بحالی جسمانی اور روحانی لحاظ سے تکمیل کو پہنچے گی۔

؎ پولوس رسول کہتا ہے کہ صحفِ سماوی کی پیشگوئیوں کی رُو سے ضرور تھا کہ مسیح دُکھ اُٹھاتا اور مُردوں میں سے زندہ ہو کر اس اُمت کو اور غیر قوموں کو بھی نُور کا اشتہار دیتا (اعمال ۲۶/۲۳)

لمحۂ فکریہ

نصاریٰ کے نزدیک یہ بشارت مسلّم طور پر حضرت مسیح ناصری کے لئے ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ اسرائیلی موعود کا خصوصی مشن ان بنی اسرائیل کی روحانی بحالی ہے جو دُور دراز کے علاقوں میں بس رہے ہیں۔ حضرت مسیح ناصری بھی فرماتے ہیں کہ میرا مشن یہ ہے کہ میں بنی اسرائیل کی ان کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کروں جو ملک فلسطین سے باہر جلاوطن ہیں (یوحنا ۱۰/۱۶) نصاریٰ کیا ہمیں بتا سکتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری کا یہ مشن ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر جان دیکر پورا ہوگیا؟ کیا تاریخ ان کی راہنمائی کرتی ہے کہ آپ نے اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو نجات دی؟ اگر جواب نفی میں ہے تو غور کیجئے، بار بار سوچئے کہ حضرت مسیح کا مشن کس طرح پورا ہوا؟ صحفِ سماوی کی پیشگوئیوں کی رُو سے ضروری تھا کہ آپ بنی اسرائیل کا پیچھا ان مشرقی ممالک تک کریں جہاں وہ بس رہے تھے۔ چنانچہ آپ ان علاقوں میں آئے اور ان لوگوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ یہ ایک تاریخی شہادت ہے جس پر آسمانی آواز نے مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ دُنیا کو جلد یا بدیر اس کو تسلیم کرنا ہوگا۔

ملک سینیم کونسا ہے؟

زیرِ نظر بشارت میں ملک سینیم کا بھی ذکر ہے۔ کہ وہاں سے بھی بنی اسرائیل چشموں والی زمین میں آکر بسیں گے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ آشوری بادشاہوں نے بنی اسرائیل کے اسباطِ عشرہ کو ان کے وطن سے جلاوطن کرکے پہلے آشور میں بسایا اور پھر میدیا میں دھکیل دیا۔ خورس نے جب فارس اور میدیا کو فارسی تاج کے نیچے یکجا کر دیا۔ اور مشرق میں کابل تک فتوحات حاصل کیں تو بنی اسرائیل کی مستقل آبادکاری کے لئے ان کو افغانستان کے نواح میں لا بسایا۔ خورس کے بعد اس کے جانشین دارائے اوّل نے

افغانستان، کشمیر اور پنجاب کے علاقے بھی فتح کر لئے۔ یہ علاقے پچیشؔ سال تک فارسی تسلط میں رہے۔ اس انقلاب میں بنی اسرائیل کو موقع مل گیا کہ وہ کشمیر اور افغانستان کے پہاڑی علاقوں میں اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں بس سکیں۔ یسعیاہ ثانی کی بشارت میں یہ ذکر ہے کہ بنی اسرائیل شمال اور مغرب کے علاقوں سے اور ملک سینیم کی سیموں والی زمین میں جا کر آباد ہوں گے۔ ملک سینیم سے مراد دریائے سندھ کی سرزمین یا کوہ ہندوکش کا علاقہ ہے بعض محققین نے چین بھی مراد لیا ہے۔ کیونکہ وہاں بھی بنی اسرائیل کا ایک حصہ جا کر آباد ہوا۔ بعض محققین کی بعض آراء درج ذیل ہیں:۔

۱۔ ریفرنس بائیبل میں اس لفظ کے نیچے حاشیہ میں لکھا ہے۔

"The word is supposed to refer to a people of the far east, Perhaps the Chinen."
(The Scofield Reference Bible)

کہ اس سے دُور مشرق کے لوگ مراد ہیں۔ شاید اس سے مراد چینی ہوں۔

۲۔ ڈمیلو کی تفسیر بائیبل میں لکھا ہے کہ:۔

"سرزمین سینیم سے مراد عموماً دُور دراز کے علاقے ہیں۔ زیادہ تر محققین اس سے مراد چین لیتے ہیں۔"

۳۔ جان۔ ڈی۔ ڈیوس کی بائیبل ڈکشنری میں اس لفظ کے نیچے لکھا ہے:۔

"The Sinim were the Shinas, who have dwelt from ancient times at the foot of the Hindukush mountains."

کہ سینیم وہ علاقہ ہے جہاں شنا آباد ہوئے یعنی کوہ ہندوکش کے دامن کا علاقہ۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ زیادہ قرین قیاس نظریہ یہ ہے کہ اس سے مراد سرزمین چین ہے جہاں زمانہ قدیم میں اسرائیل جلاوطنی کے بعد جا بسے۔ (صفحہ ۶۹۲)

محققین کی ان آراء سے ظاہر ہے کہ ملک سینیم سے مراد دُور مشرق کا کوئی علاقہ ہے۔ خصوصاً شمال مغربی ہندوستان کا کوئی حصہ یا ملک چین کا کوئی علاقہ مراد ہو سکتا ہے۔ جہاں یہود زمانہ قدیم میں جا کر آباد ہوئے۔ دراصل یہ لفظ "سین" ہے۔ عبرانی میں "ی" اور "م" عام طور پر زائد ہوتا ہے۔ جیسے بعل سے بعلیم۔ عقرب سے عقربیم اور مرد سے مردیم۔ گید رو گیدروم وغیرہ عربی اور عبرانی میں چونکہ حرف "چ" نہیں ہوتا اسلئے چین کو صین ہی کہا جاتا ہے۔ اس توجیہ کے پیش نظر سینیم سے مراد چین بالکل قرین قیاس ہے۔ اور پھر بعض کے نزدیک کوہ ہندوکش کے دامن کا علاقہ مراد ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سین سے مراد دریائے سندھ کا علاقہ ہو۔ سندھ کو سین کہہ دیا گیا ہو۔

ل۔ صحیفہ عزرا دوم عہد عتیق کے اپاکرفا میں شامل ہے اسکے باب ۱۳ میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے دس قبائل کو آشوری بادشاہوں نے جلاوطن کر دیا اور ان کو دریائے فرات کے پار لا کر بسا دیا۔ وہاں سے حالات سازگار ہونے پر یہ قبائل دُور مشرق کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ڈیڑھ سال کے سفر کے بعد سرزمین "ارزارتھ" میں پہنچے۔ یہ علاقہ ویران تھا اور انسانی آبادی سے خالی تھا۔ یہاں یہ قبائل بس گئے۔ محققین کے نزدیک "ارزارتھ" سے مراد وہ علاقہ ہے جس میں اب ضلع ہزارہ کا علاقہ شامل ہے۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ کا یہ ایک حصہ تھا۔

(Bellew, H. W., The Races of Afghantan P. 15)

بہرحال تاریخ ہماری راہ نمائی کرتی ہے کہ مشرق کے ان سب علاقوں میں بنی اسرائیل آباد ہوتے اور یہاں سے ان کا ایک حصہ چشموں والی زمین میں جاکر آباد ہوا۔ یعنی سرزمین کشمیر میں۔ اور یوں یہ بشارت حرف بحرف پوری ہوئی۔

آخری گذارش

یہ چند بشارات پیش کرنے کے بعد عیسائی بھائیوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ غور کریں کہ وہ پیشگوئیاں جو ان کے نزدیک حضرت مسیح ناصری کے لئے مخصوص ہیں ان کو کیا پیام دیتی ہیں۔ خدا کے کلام کا فیصلہ سب اختلافی مسائل میں ناطق ہے۔

۱۔ "کیونکہ خدا کا کلام زندہ اور موثر اور ہر ایک دو دھاری تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جان اور روح اور بند بند اور گودے گودے کو جدا کرکے گذر جاتا ہے۔ اور دل کے خیالوں اور ارادوں کو جانتا ہے۔ اور اس سے مخلوقات کی کوئی چیز چھپی نہیں ...... اس کی نظروں میں سب چیزیں کھلی اور بے پردہ ہیں۔" (عبرانیوں $\frac{۴}{۱۲-۱۳}$)

۲۔ "نبیوں کا کلام سب سے زیادہ معتبر اور ثقہ ہے ..... وہ ایک چراغ ہے جو اندھیری جگہ میں روشنی بخشتا ہے۔"

(۲ پطرس $\frac{۱}{۱۹}$)

پس بھائیو! اس کلام کی روشنی میں غور کرو کہ حضرت مسیح ناصری کی حیثیت، ان کی زندگی اور موت کے متعلق قرآنی بیان درست ہے یا وہ روایات جن پر آپ یقین رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو حق و باطل میں موازنہ کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین *

نقد و تبصرہ

"شانِ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم"

جماعت احمدیہ کے عقیدہ کی رو سے کائنات کا آخری ارتقائی نقطہ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ ہمارے عقیدہ کی رو سے آپ اللہ تعالیٰ کی صفات کے کامل مظہر ہیں جس طرح مخلوقات میں انسان کو افضل وجود قرار دیا گیا۔ کیونکہ اس کا دل آئینۂ انوار الٰہی بن سکتا ہے۔ اسی طرح جملہ انبیاء جو انسانوں کا بہترین خلاصہ ہیں ان میں حضرت خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم سب سے افضل و اکمل وجود ہیں کیونکہ آپ ہی کے ذریعہ انسانیت کی تخلیق کا مقصد صحیح طور پر اور کامل رنگ میں پورا ہوا۔ یہی معنے حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک کے ہیں۔ آپ ہی کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی صفات کامل طور پر زمین پر جلوہ گر ہوئیں۔ ہر نبی اگر کمالات کا ایک پھول ہے تو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات گلدستہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تمام مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں اور حضورؐ کے لئے اس لقب کے استعمال کو مقام مدح میں یقین کرتے ہیں لیکن بایں ہمہ وہ خاتمیت محمدیہ کی مختلف تشریحیں کرتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا آپ کی سب سے اعلیٰ امتیازی خوبی ہے۔ محترم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری پرنسپل جامعہ احمدیہ نے اپنے قیمتی رسالہ شان خاتم النبیینؐ میں نہایت عمدہ پیرایہ میں جماعت احمدیہ کے عقیدہ کی تشریح بیان کی ہے اور اس سلسلہ میں پیش کئے جانے والے حوالوں کو ایک نہایت مفید مجموعہ کی صورت میں اکٹھا کر دیا ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر شخص اس کا مطالعہ کرے۔ کتاب کی کتابت طباعت اور کاغذ بھی نہایت اچھا ہے۔ کتابی سائز چودہ سو سے زائد صفحات ہیں ٹائیٹل خوبصورت ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ملنے کا پتہ قاضی عزیز احمد محلہ دارالصدر ربوہ

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ[۹۲] فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ

(اے رسول) کہدے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہوگا اس بنا پر کہ جبریل نے اس (قرآن مجید) کو تیرے دل پر اذن الٰہی سے ایسی صورت میں نازل کیا

اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○

کہ وہ (قرآن) اپنے سے پہلی کتابوں کا مصدق ہے اور سراسر ہدایت اور ایماناً ایمان لانیوالوں کیلئے بشارت ہے (جبریل کا ایسا دشمن سراسر غلطی پر ہے)

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ[۹۳] وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَ

جو شخص اللہ تعالیٰ اسکے فرشتوں، اسکے رسولوں اور جبریل و میکال کا دشمن ہو (تو یاد رکھنا چاہیئے کہ) اللہ تعالیٰ یقیناً

مِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ[۹۴] لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ

ایسے کافروں کا دشمن ہے۔　　　ہم نے تیری طرف

۹۲ یہود کا یہ خیال تھا کہ جبریل فرشتہ بنی اسرائیل کا بدخواہ ہے۔ مسند احمد میں لکھا ہے۔ قالت الیہود جبریل ذالک الذی ینزل بالحرب والقتال والعذاب عدونا کہ جبریل ہمارا دشمن ہے اور وہ لڑائی اور عذاب کی خبر دیتا ہے۔ قرآن مجید نے چونکہ جبریل کو کلام الٰہی لانیوالا فرشتہ قرار دیا ہے تو یہود کو موقع مل گیا کہ وہ اس غلط بنیاد پر عوام کو متنفر کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسجگہ توجہ دلائی ہے کہ جبریل یا کوئی اور فرشتہ اپنی طرف سے تو کچھ نہیں کرسکتا وہ تو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والا ہے اس سے عداوت رکھنا خدا تعالیٰ کی دشمنی خریدنے کے مترادف ہے۔

۹۳ لفظ مَلٰٓئِكَتِهٖ میں تمام فرشتے شامل ہیں مگر جبریل اور میکال کا ذکر گویا ذکر الخاص بعد العام کے طور پر ہے نظام الٰہی میں جبریل روحانی غذا کے انتظام پر مقرر ہے اور میکال کا وظیفہ جسمانی غذاؤں کا اہتمام و انصرام ہے۔

۹۴ اللہ تعالیٰ کسی کی ذات کا دشمن نہیں سب اس کے بندے ہیں لیکن وہ اپنے بندوں کے لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کفر اختیار کرکے ہلاکت کے گڑھے میں گریں۔ اسلئے جب محبت خاطر خواہ نتیجہ پیدا نہیں کرتی تو سزا و تنبیہ کے ذریعہ انسان کو حق کی طرف پھیرا جاتا ہے۔

إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ﴿۹۹﴾ ش۹۵

واضح آیات و احکام نازل کئے ہیں اور ان کا انکار صرف فاسق اور بدعمل لوگ ہی کرتے ہیں۔

أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا ش۹۶ نَبَذَهُ فَرِيقٌ مِنْهُمْ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

کیا ہر بار ایسا نہیں ہوتا کہ جب یہ لوگ کوئی عہد باندھتے ہیں تو ان میں سے ایک بڑا گروہ اس عہد کو (بے پرواہی) سے پھینک دیتا ہے بلکہ

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

ان میں سے اکثر لوگ ایمان ہی نہیں لاتے۔ اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان رسول جو ان کی الہامی تعلیمات

مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا

کا مصدق ہے آیا تو ان اہل کتاب میں سے جنہیں پہلے کتاب دی جا چکی ہے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو ایسے انداز سے

الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا

اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا گویا انہیں اس کا پتہ ہی نہیں۔

ش۹۵ احکام خداوندی کا انکار زیادہ تر انسان کی اپنی بدعملی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ آسمانی تحریک انسان کو غلط راستے سے موڑ کر صحیح راہ پر چلانا چاہتی ہے۔ اس لئے انسان پر کچھ پابندیاں لگائی جاتی ہیں۔ مگر فسق و فجور کی دلدل میں پھنسا ہوا انسان ان پابندیوں کو کہاں قبول کر سکتا ہے اسلئے وہ کلام الٰہی کا انکار کر دیتا ہے۔

ش۹۶ عہد کی پابندی انسان کی شرافت و نجابت پر دلیل ہے۔ وہ عہد جو اللہ تعالیٰ سے باندھا جائے اس کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے۔ جو قومیں اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق کو بے پرواہی سے پس پشت پھینک دیتی ہیں وہ ہمیشہ ایمان لانے سے محروم رہتی ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب قوموں کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئی کرتے رہے اور وہ اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی امتوں سے عہد لیتے رہے ہیں کہ آنے والے عظیم الشان پیغمبر کے ظہور پر اسے ضرور مانیں گے۔ چنانچہ ہر آسمانی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بشارتیں موجود ہیں۔ ان کتابوں کے پیروؤں کا اولین فرض ہے کہ وہ اس موعود نبی پر ایمان لائیں جس کے ظہور کے ساتھ انکی کتابوں کی صداقت بھی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ہوتا یہی رہا ہے کہ ہر آنے والے نبی کے وقت میں پہلے نبی کی امتیں آنے والے کا انکار کر دیتی ہیں اور کتاب الٰہی سے اس طرح روگردانی کر لیتی ہیں کہ گویا انہیں اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہوتا۔

يَعْلَمُوْنَ ○ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ

اور یہ لوگ ان طریقوں کی اتباع کرنے لگ پڑے جو شیاطین (یعنی کافر) حضرت سلیمانؑ

سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا

کی حکومت کے خلاف یا اُن کے زمانہ میں اختیار کیا کرتے تھے (حقیقت یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ تو کافر نہ تھے لیکن ان کے دشمن (یعنی

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ

حضرت سلیمانؑ کو کافر قرار دینے والے اُنکے مخالف ہی کافر تھے۔ یہ لوگ عوام الناس کو دلربا باتوں اور خفیہ سازشوں کی تلقین کرتے تھے نیز یہ

بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ

لوگ (کفار عرب اور یہودی) اس تعلیم کی پیروی کا ادعا کرتے ہیں جو بابل شہر میں دو نیک فرشتہ سیرت انسانوں ہاروت ماروت پر نازل کی گئی تھی۔

حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۚ فَيَتَعَلَّمُوْنَ

حالانکہ ہاروت ماروت (بوجہ فرستادہ ربانی ہونیکے) اپنی تعلیم کا آغاز اس طرح کیا کرتے تھے کہ فرماتے ہمارا وجود ایک امتحانی معاملہ ہے پس تم انکا

ش ۹۷ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اُس فتنے کا ذکر کیا ہے جو ہر نبی کے زمانہ میں پیدا کیا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی پیدا ہوا اور آپ سے پہلے حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں بھی پیدا ہوا۔ وہ فتنہ صادق مدعی رسالت کو کافر قرار دینے کا فتنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بھی وہی فریبکارانہ انداز اختیار کر رہے ہیں جو حضرت سلیمانؑ کے مخالف جھوٹے طور پر ان کے خلاف کیا کرتے تھے۔ لغت کی کتاب میں لکھا ہے یقال فلان یتلو علیٰ فلان ویقول علیہ ای یکذب علیہ (المفردات)

فقرہ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ صاف بتلا رہا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے دشمن آپ کو کافر قرار دیتے تھے اور فتنہ تکفیر پیدا کر کے ان کے خلاف عوام میں نفرت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ قرآن مجید نے آنیوالے احمد کے متعلق یُدْعیٰ اِلَی الْاِسْلَامِ کہہ کر بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اس موعود احمدؑ کے زمانہ میں بھی لوگ اسے کافر ٹھہرائیں گے اور اسلام سے خارج قرار دیں گے۔

السِّحر سے مراد جادو بیانی یا ایسی باتیں اور تدابیر ہیں جن کا ماخذ معلوم نہ ہو۔ بابل کلدانیوں کا دار السلطنت تھا نمرود بادشاہ نے اسے دریائے فرات کے کنارے آباد کیا تھا۔ ہاروت اور ماروت صفاتی نام ہیں اور انہیں ان کی نیکی کی وجہ سے فرشتہ کہا گیا ہے جیسا حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (سورۃ یوسف) ہرت اور مرت کے معنے پھاڑنے اور توڑنے کے ہیں (تاج العروس) بائیبل کی کتاب آستیر سے معلوم ہوتا ہے کہ دو نیک اسرائیلی ہتاک اور مردکی نامی بنی اسرائیل کو بابل کی سلطنت کے ذریعہ فلسطین واپس بھجوانے کا موجب ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی خفیہ سازشوں اور ان کی علانیہ تکفیر کا ذکر فرمایا ہے۔

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا

کرکے کافر نہں تھا ۔پس انکے پیروان سے وہ باتیں سیکھتے تھے جنکے نتیجہ میں مرد اور اسکی بیوی میں (ایک کے ماننے اور دوسرے کے نہ ماننے کی وجہ سے)

هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ

جُدائی ہوجاتی تھی اور وہ اس تعلیم کے نتیجہ میں کسی انسان کو کسی طرح ضرر نہیں پہنچاتے تھے مگر قانون خداوندی کے مطابق ۔ اور یہ لوگ

مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ

(دشمنانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) وہ طریقے سیکھ رہے ہیں جو ان کیلئے ضرر رساں ہیں اور کسی قسم کا نفع نہیں دینگے ۔ اور ان لوگوں کو خوب

مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ

معلوم ہے کہ جو شخص اس طریق کار کو اختیار کریگا اسے آخرت میں کوئی عمدہ حصہ نہیں ملیگا ۔ کتنا ہی بُرا یہ سودا ہے جس کے بدلہ میں انہوں نے

اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا

اپنے نفسوں کو بیچ دیا ہے ۔ اے کاش یہ لوگ جانتے ۔ (سچ یہ ہے کہ) اگر یہ لوگ ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کریں

لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۱۲ ع ۷ ۱۲

تو یہ بات ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بہتر اور ثواب کا موجب ہے ۔ اے کاش انہیں اس کا علم حاصل ہو ۔

بتایا ہے کہ یہ لوگ اپنی تدبیروں میں سراسر ناکام رہیں گے ۔ ان کی ساری تعلیم شرارت انگیزی پر مبنی ہے ان میں خدا ترسی کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا ۔ یہودی کہتے تھے کہ ہم اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدار کو مٹا دیں گے اور یہودی سلطنت کو قائم کردیں گے ۔ جس طرح ہاروت ماروت کے ذریعہ ہمیں عروج حاصل ہوا تھا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے ۔ وہاں پر اسرائیلی مظلوم تھے اور آج تم سراسر ظالم ہو ۔ وہاں پر مظلوموں کی حمایت کیلئے ہاروت و ماروت کھڑے ہوئے تھے اور یہاں پر تم مظلوموں کے خلاف تدبیریں کر رہے ہو ۔ اس جگہ خدا تعالیٰ کا صادق رسول اور تمہاری کتابوں کی پیشگوئیوں کے مطابق آنے والا موعود نبی تمہارے سامنے ہے ۔ اس لئے تم ہر قدم پر ناکامی کا مُنہ دیکھو گے ۔ تم اس رسول کے خلاف مذہب کے نام پر فتنۂ تکفیر کھڑا کرنے میں بھی ناکام رہو گے ۔ اور تم سیاست کے نام اور اپنی قوم کی حفاظت کا لبادہ اوڑھ کر سیاسی چالوں میں بھی ناکام رہو گے ۔ کیونکہ ہمارا یہ رسول الہٰی نوشتوں کے مطابق مبعوث ہوا ہے اور یہ بات پہلے سے بتادی گئی ہے کہ "جو اس پتھر پر گریگا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے مگر جس پر وہ گریگا اُسے پیس ڈالے گا ۔" (متی ۲۱/۴۴) اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ولقد علموا لمن اشترٰىهُ ما لهٗ فى الاٰخرة من خلاق کہہ کر اسی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔

تمام دُنیا کے لئے پیغامِ امن

(از جناب بابو ابو الضیا عطاء اللہ صاحب سندھ)

سب حمد و ثنا ہمارے اُس خالق و مالک رب العالمین کیلئے ہے جو اپنی زبردست قدرت و علم سے اس زمین و آسمان اور کل کائنات کو معرضِ وجود میں لایا اور پھر اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ اُسی خالق و مالک نے فطرتِ انسانی میں اُنس خالق اور اُنس مخلوق ودیعت کی۔ پھر اس اعلیٰ غرض کے قیام و بقا کیلئے اُسی رحیم و کریم خدا نے سلسلۂ انبیاء جاری کیا جس سے دُنیا کے مختلف ممالک میں مختلف مذاہب کی بنیاد پڑی۔ ان جمیع مذاہب عالم میں سے ایک عظیم الشان جلیل القدر اور عالمگیر مذہب اسلام ہے جس کے تمام اصول جمیع شعبہ ہائے حیات و کیفیاتِ انسانی پر مشتمل نیز فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں جو دُنیا کے سامنے اور اپنوں اور بیگانوں کے سامنے نہایت خوشکن پیغام اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (مائدہ) یعنی میں نے تمہاری موجودہ اور آئندہ کی تمام دینی ضروریات کو پورا کر دیا ہے کا پیغام با نفرا سُناتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سینکڑوں برس کے تجربہ کے بعد بھی اصولِ اسلام درست ثابت ہوئے ہیں اور ہر روز ان کا گہری حکمت پر مبنی ہونا اظہر من الشمس ہو رہا ہے۔

کیونکہ ان اصولوں کا بیان کرنے والا خود خالق و مالک اور علیم و حکیم خدا تعالیٰ ہے جو اپنی مخلوقات کی ضروریات کو جانتا اور پورا کرتا ہے۔ اور اُس قدیر کے تمام قوانینِ شریعت اس کی قدرت کے عین مطابق ہیں جن کی خلاف ورزی گویا قوانینِ قدرت کی خلاف ورزی ہے۔ آج یہ پیغامِ امن اُسی کے نام پر اُسی کے مذہب اسلام کی طرف سے تمام دُنیا کے انسانوں کے لئے ہے۔ وہی تو ہے جس نے اس کا نام "اسلام" رکھ کر ساری دُنیا کو اس امر سے آگاہ کیا کہ اگر وہ رُشد و ہدایت سلامتی و امن کے خواہاں ہیں تو وہ اس مذہب اسلام کو قبول کریں جو خدائے "السّلام" کی طرف سے ہے (جو سلامتی بخشنے والا ہے) اور جس نے اپنے بندوں کے لئے بہترین تحفہ السّلام علیکم مقرر کر کے اس دُنیا کو اِس امر سے آگاہ کیا کہ وہی مذہب ایک زندہ مذہب اور عالمگیر مذہب کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے جو اِس دُنیا میں بسنے والے انسانوں کو سلامتی و امن بخشنے والا ہو۔ جس کا تحفہ السّلام علیکم ہو۔ جس کا ہر ایک انسان موجودہ وقت میں دل سے متمنی ہے۔

موجودہ دُنیا کی حالت

لیکن آہ! آج یہ حقیقت ہے کہ موجودہ دُنیا کا انسان جو اپنے تئیں موجودہ تہذیب و تمدن کی ایک [illegible] ہے۔ اپنے تئیں مہذب اور اشرف المخلوقات کہلاتا اور لکھتا ہے اپنے ہی بداعمال اور بد [illegible] خدا تعالیٰ نے انسانوں، حیوانوں، چرندوں اور پرندوں کے آرام و فائدہ کے لئے خلق کی تھی۔ [illegible] جس کا ایندھن یہ انسان خود بن چکا ہے۔

موجودہ انسانوں کی غیر انسانی خصائل و عادات و قباحت و فتن کو دیکھ کر زمین و آسمان کا واحد خدا رب العالمین اور اس کے فرشتے سب کے سب بیزار ہیں۔ جمیع انبیاء کرام اور مذہبی بزرگ جنہوں نے اپنی اپنی قوموں اور اُمتوں کو انسانیت و اعلیٰ اخلاق و اعلیٰ تعلیم و عادات صبر و شکر کی تعلیم دی تھی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد سکھانے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دی تھیں۔ اُن جمیع بزرگوں کی روحیں اپنی اپنی اُمتوں کی بد اخلاقی سے بیزار ہیں۔ وہ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مجسمے

تھے کیونکہ کسی بداخلاق کے لئے اللہ تعالیٰ کا مقرب ہونا ممکن ہی نہیں۔ غرضیکہ وہ عظیم الشان اور جلیل القدر اور قابلِ فخر ہستیاں جن پر انسانوں اور انسانیت کو ناز تھا، وہ جن بدیوں اور فتنہ و فساد کو مٹانے کے لئے اِس دنیا میں آئی تھیں آج ان کی اُمتوں نے انہیں پھر اختیار کر لیا اور اپنے بد انجام بدعاقبت سے آنکھیں بند کر لیں۔

موجودہ دُنیا اور حصولِ زر

آجکل کی دنیا کا مقصد محض حصول زر ہے جو ایک بالکل بے بقا اور چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ آج اس کے پاس ہے کل غیر کے پاس۔ کیا اُس نے کبھی کسی کا ہمیشہ ساتھ دیا جو ان کا ساتھ دیگی۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ یہ دن ہیں جو بارگاہِ ایزدی لوگوں کے درمیان پھیرتی رہتی ہے۔ وہ جو کل تاج وتخت کے مالک تھے وہ آج منٹوں اور سیکنڈوں میں بے تاج وتخت اور بے وطن و فقیر ہوئے اِس دُنیا کا بادشاہ حقیقی وہی ربّ العالمین ہے جس کی بادشاہت ہر آن ہر ذرّۂ زمین و آسمان پر قائم ہے۔ وہی جسے چاہتا ہے تاج وتخت کا مالک بناتا ہے جسے چاہتا ہے عزّت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلّت دیتا ہے۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران)

بداخلاقی بدامنی کا منبع ہے

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (سپارہ ۱۴) اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑتے تو زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتے لیکن ان کو مہلت دیتا ہے ایک مقررہ وقت تک۔ ہر ایک نیکی و بدی کا بیج اپنے اپنے وقت مقررہ پر پھل لاکر نیکوں کو اُن کی جزا اور بدوں کو ان کی سزا دے رہا ہے۔ وہ رحیم و کریم ربّ العالمین جو بدوں کو ان کی بدکرداریوں کی فوراً سزا نہیں دیتا۔ وہ ایک وقت معیّن تک انہیں مہلت دیتا ہے تا وہ اصلاح کر لیں یا سزا کے پورے پورے مستحق ہو لیں۔ تب وقت آنے پر پوری پوری جزا اور سزا دیدی جاتی ہے۔
آج یہ جو بحر و بر میں فتنہ و فساد و بے قراری و بدامنی کا دَور دَورہ ہے۔ یہ لوگوں کی اپنے ہی ہاتھ کی کمائی اور اپنی ہی بداخلاقیوں کا بُرا نتیجہ ہے جو وہ بھگتنے پر مجبور ہیں۔ ہر ایک وہ شخص جو اپنے ہی بھائیوں کے لئے مصائب و آفات کا گڑھا کھود رہا ہے وہ پہلے اس میں خود گر رہا ہے۔ پس تمام بنی نوعِ انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک قسم کی بداخلاقی، حسد، دشمنی، فتنہ و فساد، قتل و غارت، چوری، ٹھگی، زنا، ملمع سازی، رشوت، بددیانتی، غرور، تکبر اور طمع سے پرہیز کریں۔ تمام اعلیٰ انسان اور تمام بزرگانِ دین نیز جمیع بانیانِ مذاہب نہایت اعلیٰ اخلاقِ حسنہ و اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے اور اُن میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی اُمتوں کو نہایت اعلیٰ اخلاق سکھلائے۔ یاد رکھیں اور سُنیں کہ کوئی بداخلاق انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ نہ وہ انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔
پس میں تمام انسانوں کو انسانیت کا واسطہ دیکر اپیل کروں گا کہ وہ اپنے اندر نہایت ہی اعلیٰ اخلاق پیدا کریں۔ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو احسن طور پر ادا کریں تا دُنیا میں امن و امان قائم ہو۔

تمام نبیوں کی عزت و تعظیم ضروری ہے

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (سپارہ ۱۴ رکوع ۵) اور ضرور ہم نے ہر ایک قوم میں رسول مبعوث کئے کہ اللہ تعالیٰ احد کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں سے اجتناب کرو۔ اور یہی وہ توحید کی پاک تعلیم ہے

جو جمیع انبیاء و مذہبی رہنما تمام دُنیا کے مختلف حصوں میں مختلف اوقات میں لائے لیکن ان سب تعلیمات کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد تھی اور وہ سب اس کی وحدانیت پر متفق و متحد تھے۔ لہذا تمام دُنیا کے امن کے لئے یہ ایک نہایت اہم اصل ہے کہ ہم تمام دُنیا کے تمام مذہبی رہنماؤں و بزرگانِ دین کی خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہوں عزت و تعظیم کریں۔

صرف اپنے مذہب کی خوبیاں اپنی الہامی کتاب سے پیش کریں

اگر ہمارا مذہب سچا اور عالمگیر اور منجانب اللہ ہے جو انسانوں کے لئے قابلِ عمل اور مکمل تعلیم پیش کرتا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ہی مذہب کی خوبیاں اپنی ہی الہامی کتاب سے پیش کریں۔ اس کے ساتھ اپنے عمل اور اپنے اعلیٰ اخلاق سے دُنیا کے قلوب کو مسخر کریں اور دوسروں پر اعتراض سے بکلی اجتناب کریں کہ یہی حصولِ امن کا ایک نہایت زریں طریقہ ہے۔

مذہبی آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (پارہ ۳ ع ۲) یعنی دین میں جبر نہیں ہے یقیناً ہدایت بمقابل گمراہی کے واضح ہو چکی ہے۔ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (پارہ ۱۵ ع ۱۷) تو کہہ دے کہ حق تیرے رب کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے۔ اگر مذہب کے لئے تشدد اور جبر جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایک ہی دن میں تمام انسانوں کو دینِ واحد ماننے پر مجبور کر دیتا لیکن اس طرح انسان جزا و سزا کا کیونکر مستحق ٹھہرتا۔ مختلف مذاہب مختلف اوقات میں بھیجے ہوئے بزرگانِ دین کی واحد یادگار ہیں۔ اگرچہ ان مذاہب کی موجودہ شکل تبدیل شدہ شکل ہے۔

مذہب انسان کے تعلق باللہ کا ذریعہ ہے جو خدا اور انسان کے درمیان ایک واسطہ اور وسیلہ ہے۔ لہذا مذہب انسان کا اپنا ایک ذاتی و شخصی معاملہ ہے جس کے اختیار کرنے پر وہ آزاد ہے اور اس کی تبلیغ نہایت اعلیٰ حکمت و دانائی اور اخلاقِ حسنہ کے ساتھ ہونی چاہیئے اور یہ اصول بھی امنِ عالم کے اصولوں میں سے ایک نہایت اہم اصول ہے۔

مذہبی عبادتگاہوں اور زیارت گاہوں کا عزت و احترام کیا جائے

اصولِ اسلام و احکامِ اسلام کے ماتحت یقیناً بدترین ظالم وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی مساجد سے اسلئے منع کرتا ہے کہ خدائے واحد کی ان میں پرستش کی جائے۔ اسی طرح تمام عبادتگاہوں اور زیارت گاہوں خواہ وہ دُنیا کے کسی مذہب و ملت یا فرقہ سے تعلق رکھتی ہوں ان کا عزت و احترام کرنا کروانا بھی دُنیا کے اصولِ امن میں سے ایک نہایت اہم اصول ہے جس کی خلاف ورزی سے کسی عبادتگاہ و زیارت گاہ کے عقیدتمندوں کے قلوب میں جذبۂ انتقام پیدا ہو کر نقصِ امن پر منتج ہونا ایک قدرتی امر ہے۔

لین دین اصولِ واحد کے مطابق اختیار کریں

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ (پارہ ۳۰ ع ۸) ہلاکت ہے کم کرکے دینے والوں کیلئے وہ جو کہ جب خود لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم کرکے دیتے ہیں۔ پھر فرمایا وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (پارہ ۱۹ ع ۱۲) یعنی لوگوں کو انکی چیزیں کم مت دو اور اس طرح زمین میں فساد مت کرو۔ اس میں بنی نوعِ انسان کو اس امر کی ہدایت دی گئی ہے کہ وہ چیزوں کا لین دین پورا پورا اور اصولِ دیانت کے مطابق سرانجام دیں۔ فی زمانہ اکثر خالص اشیاء مفقود ہو چکی ہیں یا اکثر خالص اشیاء کم قیمت کی اشیاء سے ملاوٹ کرکے فروخت کی جاتی ہیں۔ اس طرح جس چیز کے اور جتنی مقدار کے گاہک سے دام وصول کئے جاتے ہیں وہ چیز اتنی مقدار میں گاہک کو نہیں دی جاتی۔ بعض اوقات لینے اور دینے کے دو باٹ اور دو ترازو استعمال کرکے ایک ایسی بددیانتی کی جاتی ہے جو اخلاق اور انسانیت سے

رگڑا ہوا ایک فعل ہے۔

دُنیا کے بعض ممالک میں انسپکٹر ماپ و تول مقرر کئے گئے اور یہ حکم دیا گیا کہ جو شخص لیتے اور دیتے وقت دو باٹ اور ناقص ترازو استعمال کرے گا اس کو اِس بددیانتی کی سخت سزا دیجائے گی۔ لیکن یہ کس قدر افسوسناک امر اور عدل و انصاف کا خون کرتا ہے کہ وہ جنہوں نے ان انسپکٹروں کو مقرر کیا تھا جب خود اُن کے عمل کا وقت آیا تو جس اصول کے ماتحت انہوں نے دوسروں سے اپنا حق طلب کیا تھا اسی اصول کے مطابق جب دوسروں نے اُن سے اپنا حق طلب کیا تو انہوں نے وہ عدل و انصاف کا ترازو اور باٹ اور وہ اصولِ انصاف جو دوسروں سے حق طلب کرتے وقت استعمال کئے تھے اُن کو یکسر توڑ دیا، ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ ابھی! وہ عدل و انصاف کا ترازو اور اصول اور باٹ دوسروں سے حق طلب کرنے کے لئے تھے نہ کہ دینے کے لئے۔ اِس طرح دوسروں کے حقوق غصب کرنا، عدل و انصاف کا خون کرنا اور مظلوم حق دار کو تنگ آمد بجنگ آمد پر مجبور کر کے اپنے ہاتھوں نقضِ امن پیدا کرنا ہے۔

عدل و انصاف

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (سپارہ ۶ رکوع ۶) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ کے لئے انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لئے قائم ہو جاؤ اور تم کو کسی قوم کی دشمنی اِس بات پر آمادہ نہ کرے کہ بے انصافی کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ ہر ایک ذی وقار و ذی وجاہت شخص جو کرسیٔ انصاف پر متمکن ہے اس کا انسانی، اخلاقی اور مذہبی فرض ہے کہ اس کا دامن انصاف ہر ایک قسم کی طرفداری، جنبہ داری اور ہر ایک قسم کی رشوت و لالچ اور بُغض و کینہ سے پاک ہو اور ہر ایک قسم کے تنازعات کا فیصلہ عدل و انصاف سے کرے۔ حقدار کو اس کا پورا حق ملے اور ہر قسم کی امانتیں ان کے اہلوں کو ہی ملنی چاہئیں۔ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (نساء) امانتیں اہل کو دیں اور اُن کو اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ پر عمل درآمد کرنا چاہیئے۔

حاکمِ وقت کی اطاعت

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورہ نساء) تمام بنی نوع انسان جس حاکمِ وقت کے ماتحت ہوں۔ اس کی اطاعت کریں اور ہر ایک قسم کی بغاوت سرکشی کے طریقوں سے بکلی اجتناب کریں۔ ہاں وہ اپنی شکایات آئینی طریقوں سے پیش کریں جو اگر درست ہوں تو تسلیم کر لینی چاہیئے۔

خود حفاظتی

اپنے تئیں کمزور رکھنا اور اپنی حفاظت سے غافل رہنا گویا دشمن کو خود حملے کی دعوت دینا ہے۔ اس لئے اپنی حفاظت سے غفلت ایک ناقابلِ معافی غلطی ہے جس کی سزا بعض اوقات صفحۂ ہستی سے مٹ جانا اور نقضِ امن کا موجب ہوتا ہے۔

انسانوں میں عملی تفاوت کی حکمت

جس طرح جمادات و حیوانات میں اختلاف ایک قدرتی امر ہے۔ اسی طرح انسانوں میں بھی یہ فرق قائم ہے جو وجہ فتنہ و فساد یا وجہ فخر نہ بننا چاہیئے۔ اسی طرح کسی انسان کو کسی انسان پر یا کسی نسل کو کسی نسل پر یا گورے کو کالے پر، مغربی کو مشرقی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ مذہب اسلام ہر ایک قسم کی افراط و تفریط اور امتیاز سے بالا ہے سوائے اس کے جو اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ کے ماتحت ہے یعنی

زیادہ متقی ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت کے لائق ہے۔ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (پارہ ۲۲ رکوع ۱۱) تو کہدے کہ میرا رب جسے چاہتا ہے کشائش رزق عطا کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اگر سب یکساں امیر ہوں تو کوئی کسی کا کام کرنے پر کیونکر مجبور ہو۔ اگر سب یکساں کام و پیشہ اختیار کریں تو مختلف انواع و اقسام کے کام کیونکر انجام پذیر ہوں۔ اگر سب یکساں رنگ و شکل اختیار کریں، یکساں لباس زیب تن کریں تو کوئی کسی کو کیونکر پہچان سکے۔ ہر ایک شخص جس عہدہ کرسی پر متمکن ہے یا جو فرضِ منصبی بجا لا رہا ہے اس کے لئے اس نے اس معیارِ اعلیٰ تک پہنچنے کے لئے جس قدر محنت و کوشش درکار تھی سو اس نے کی مختلف انسان مختلف جسمانی و ذہنی و میکینیکل طاقتیں رکھتے ہیں۔ جو جس کام کے لئے اپنے آپکو بہترین مستحق بناتا ہے اور جس قسم کی صلاحیت و قابلیت پیدا کر لیتا ہے قدرتِ خداوندی وہی کام اس کو عطا کر دیتی ہے اور وہ اتنی دیر اس امانت کا امین رہتا ہے۔ جب تک وہ اپنے تئیں اس کام کو اتنی قابلیت اور ایمانداری سے سرانجام دیتا ہے جتنی قابلیت سے اس کام کا سرانجام دینا حق ہے۔

یہ دنیا دارالعمل ہے اور انسان محنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ نہیں ہے انسان کے لئے مگر جس قدر اس نے محنت کی۔ یہی قانونِ خداوندی و قانونِ قدرت اس دنیا میں نافذ ہے۔ غرضیکہ یہ سب اختلافاتِ باہمی ایک قدرتی امر اور باریک در باریک حکمتوں پر مبنی اور ضروری ہیں۔ جن کے بغیر دنیا کا نظام چل ہی نہیں سکتا۔ اسلئے یہ اختلافاتِ باہمی وجہِ فتنہ و فساد نہ بننے چاہئیں۔ کیونکہ سب انسان مشین کے پرزہ جات کی مانند کام کر رہے ہیں۔ جس میں ہر ایک چھوٹے پرزے کی اہمیت و ضرورت اسی قدر ہے جس قدر کسی بڑے پرزے کی۔ اور کسی ایک چھوٹے سے چھوٹے پرزے کا فقدان یا نقص بھی ساری مشینری کو کھڑا کر سکتا ہے۔

مزدوری فوراً ادا کرنی چاہیے

مزدور کو اس کا حق ادا کرنا مالک پر فرض ہے۔ جو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کو ملنا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو ایک طبقہ افراد کے دلوں میں دوسرے طبقہ کے متعلق جذباتِ نفرت پیدا ہوں گے جو بسا اوقات نقضِ امن پر منتج ہوں گے۔

امراء زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات دیں

امراء پر زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات اور سائل و محروم کا حق ادا کرنا اسی طرح فرض ہے جس طرح اپنے بچوں کو پالنا۔ تا قوم کے غرباء، یتامیٰ، بیوگان ایک باعزت اور با اخلاق زندگی بسر کر سکیں۔ غربت کو مٹایا جائے۔ جب غرباء کو علم و یقین ہو جاتا ہے کہ امراء کے مال میں ان کا حق موجود ہے تو اُن کے قلوب میں کوئی حسد نہیں پیدا ہوتا۔ وہ کوئی فتنہ و فساد برپا نہیں کرتے۔

کمیونزم اوّل امراء و غرباء میں احساسِ برتری و کمتری پیدا کرتا ہے۔ پھر ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو آپس میں لڑا کر ایک ایسا انقلاب پیدا کرنے کا مدعی ہے۔ جس میں یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ ایک طبقہ پہلے سے زیادہ امیر اور دوسرا پہلے سے زیادہ غریب ہو جاتا ہے۔ جس میں حریتِ شخصی، آزادی اور انفرادی جد و جہد مٹ جاتی ہے

جس میں مذہب اور ضمیر کی آزادی ختم کر دی جاتی ہے۔

کمیونزم کی ایک بنیادی خرابی

کمیونزم کسی شخص کے پاس اپنے اقتصادی نظام کے ماتحت روپیہ نہیں چھوڑتا۔ جسے وہ ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے اپنی اُخروی بھلائی کا سامان کر سکے۔ وہ جس طرح ہر ایک شخص کو روٹی و کپڑا مہیا کرنے کا دعویدار ہے اُس طرح کا اقتصادی نظام اسلام پہلے ہی سے تسلیم کر کے اور اُسے قائم کر کے ایک اعلیٰ نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کر چکا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں جب اسلامی نظام مکمل ہوا تو مردم شماری کرائی گئی اور ہر فرد و بشر کے لئے روٹی و کپڑا مہیا کیا جاتا تھا۔

تجارت جائز ہے اور سُود حرام

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (سپارہ ۳ رکوع ۱۱) حلال کیا ہے اللہ تعالےٰ نے خرید و فروخت کو اور حرام کیا ہے سُود کو۔

اسلام نے سود کی یہ تعریف کی ہے۔ جس میں قدر مقررہ نفع یقینی ہو خواہ کوئی بھی شرح مقرر ہو۔ سُود انسان کو ظالم اور لالچی اور مفسد بناتا ہے۔ جس سے انسانی اعلیٰ اخلاق، جذبۂ ہمدردی و اخوت مفقود ہو جاتے ہیں۔ اور رحم و کرم کی وہ اعلےٰ صفات جو ذاتِ باری تعالےٰ نے انسانی فطرت میں ودیعت کی ہیں ان سے سُود خور یکقلم محروم ہو جاتا ہے اور اس طرح قوم کا روپیہ بند ہو کر ملک میں اقتصادی بحران پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے اسے حرام قرار دیا اور اس کی بجائے خرید و فروخت کو حلال فرما کر اُس سے ایک بہترین و نفع بخش و نفع رساں کام تجارت و صنعت و حرفت کی طرف توجہ دلا کر روپیہ کا بہترین مصرف بیان کر دیا۔ جس سے امراء و غرباء فائدہ اٹھا سکیں۔

غلّہ کا ذخیرہ نہ کیا جائے

غلّہ کی ذخیرہ اندوزی کہ جب مال مہنگا ہو گا فروخت کرینگے گویا امنِ عالم پر تیر چلانا ہے۔ جو اسلامی نقطۂ نگاہ سے ایک ناجائز فعل ہے۔

غلّہ کا کھلے بندوں ہر جگہ نقل و حرکت کے ذریعہ جا کر بکنا یا پھر بذریعہ راشن سسٹم اس طرح تقسیم ہونا کہ سب کو برابر ملتا رہے قیامِ امن کے لئے نہایت ضروری ہے۔

چوروں، جیب کتروں اور ٹھگوں کی اصلاح کے لئے یقینی اور مجرب علاج!

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ (پارہ ۶ رکوع ۱۰) چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹ دو اس سزا کے طور پر جو کمایا انھوں نے۔ عبرتناک عذاب ہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے۔ چوروں، ٹھگوں، جیب کتروں کا یہ آخری اور یقینی مجرب علاج ہے۔ بہت سے انتظامی بوجھ

ہلکے ہو جاتے ہیں۔ اس بدمعاش اور اخلاقی مجرم گروہ پر رحم گویا شرفاء پر بدترین ظلم ہے۔

انسانی پیدائش کی غرض اور تمام دُنیا سے صُلح و امن کیلئے اپیل

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (سپارہ ۲۷ رکوع) نہیں ہم نے پیدا کیا جن و اِنس کو مگر اسلئے کہ وہ عبادت الٰہی کریں۔

اے آجکل کی دنیا میں رہنے والے انسانو! دیکھو تو سہی کہ وہ مقصدِ حیات جس کے لیے تمہیں پیدا کیا گیا ہے اگر وہ صرف یہی ہے کہ کھاؤ پیؤ اور سو رہو تو دوسرے جنگلی درندے اور پرندے تم سے کیونکر کمتر قرار پائے اور تم انسان اور اشرف المخلوقات کہلانے کے کیونکر مستحق ٹھہرے۔ اے انسان تیرے لئے لفظِ انسان اس لئے منتخب ہوا کہ تیرے دل میں اُنس خالق اور اُنس مخلوق پیدا ہو۔ تو حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کر۔ تو ایک طرف عبادتِ الٰہی کا پورا حق ادا کر اور دوسری طرف مخلوق انسانی سے جذباتِ محبت و اُلفت اور ہمدردی و غمخواری پیدا کر۔

آہ! آج یہ حقیقت ہے کہ اس دُنیا میں تمام جنگلی درندوں سے زیادہ بے رحم و خونخوار اور انسانوں کا بدترین دشمن یہی حضرتِ انسان ہے جو دن رات انسانوں، حیوانوں، چرندوں و پرندوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی تدبیریں کرنے میں مشغول ہے۔ جس کی آئے دن کی ناحق خون ریزی سے دریاؤں اور نہروں کا پانی سُرخ ہو گیا۔

ہائے افسوس صد افسوس! کہ آجکل کے انسانوں نے اپنے اس عہدِ ربانی کو جو پیدائش کے وقت فطرتِ انسانی میں رکھ دیا گیا تھا یکسر بُھلا دیا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے پھر بھی اپنی مخلوقات کو نہیں بُھلایا۔ بلکہ اس عہد کو یاد دلانے کے لئے اور انسانوں کو انسانیت کے اعلیٰ مقام پر قائم رکھنے، اعلیٰ اخلاق سکھانے اور صلح و امن اور شانتی کا پیغام دینے کے لئے امام الزمان مجددِ دوران، اپنے خلیفہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپؑ نے دُنیا کو آج کی مصائب سے یوں آگاہ فرمایا کہ:۔

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں۔ اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اسکی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ

اپنا چہرہ دکھائے گا۔ جس کے کان سُننے کے ہوں وہ سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔
مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں۔ پر ضرور تھا کہ تقدیر
کے نوشتے پُورے ہوتے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس مُلک کی نوبت بھی قریب
آتی جاتی ہے۔ نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور
لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے
توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔
اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۵۶)

پس ہر ایک انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ اعلیٰ اخلاق حسنہ پیدا کرے۔ جہاں ایک طرف عبادت الہٰی کرے۔ وہاں دوسری طرف حقوق العباد پورے پورے ادا کرے۔ والدین، بزرگوں، رشتہ داروں سے جذبات محبت و ہمدردی ظاہر کرے۔ اُن کی عزت و تعظیم کرے۔ چھوٹوں اور زیردستوں سے جذباتِ شفقت و رحم و کرم ظاہر کرے۔ اپنے دوستوں سے ہمدردی اور وفاداری دکھائے۔ مہمانوں کی مہمان نوازی اور عزت و احترام کرے۔ ہر ایک شخص سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملے۔ خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کرے اور اجر کے لئے اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھے ؎

پھل پھول دے پھل پات لے دُکھ درد دے آفات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ
وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ

ماہنامہ الفرقان مکتبہ الفرقان ربوہ پاکستان کی طرف سے ماہنامہ الفرقان جاری ہے۔ جس میں قرآن مجید کے حقائق و معارف شائع کئے جاتے ہیں۔ مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کے جواب دیئے جاتے ہیں اور احمدیہ عقاید کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ قرآن مجید کی مشکل آیات کا حل بھی گاہے گاہے پیش کیا جاتا ہے۔ عربی زبان کے اسباق بھی دیئے جاتے ہیں۔ اسلامی احمدیت اور بہائی تحریک کی غلط باتوں کی تردید بھی کی جاتی ہے
اس ماہنامہ کا سالانہ چندہ پانچ روپے ہے جس کا پیشگی ادا کرنا لازمی ہے ٭ (مینجر الفرقان۔ ربوہ)

رسید مژدہ کہ ایّامِ نوبہار آمد

(حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے قلم سے)

حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت میں سب سے بڑے روحانی طبیب تھے اسی طرح ساری عمر آپ کی جسمانی بیماریوں کو چنگا کرنے کی فکر میں گذری۔ طبی دنیا میں جو شہرت آپ کو حاصل تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ راجہ سے لیکر پرجا تک سب پر آپ کا فیض جاری تھا۔ ایک طرف اگر

جموں و کشمیر کا عظیم الشان مہاراجہ

سالہا سال تک آپ کے زیر علاج رہا تو دوسری طرف آپ کے لئے یہ امر باعثِ فخر تھا کہ

عالمِ روحانیت کا عظیم الشان بادشاہ

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی جب سے آپ قادیان میں ہجرت کر کے آئے وصال تک معالج رہے۔ حضرت حکیم الامت یونانی، ویدک اور انگریزی تینوں طریقوں سے علاج کرتے تھے۔ آپ نے اپنی ساری عمر کے تیر بہدف مجربات اپنی قلم سے ایک بیاض میں قلمبند کئے جس میں ہر مرض کے بے نظیر سے بے نظیر نسخے درج ہیں۔ یہ بیاض آپ کے صاحبزادوں کے پاس ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی اُسی وقت سے آج تک گو آپ کے بعض شاگردوں نے بعض بعض نسخے بنا کر پبلک کو دیئے مگر یہ گنجینہ پوری طرح دُنیا پر بند رہا۔ آپکی وفات کے ۴۲ سال بعد خدا تعالیٰ نے آپکے صاحبزادوں کو یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے حاذق الملک باپ کے مخفی مجربات کو اپنی نگرانی میں دیانت، امانت، سچائی اور توجہ سے خالص اور صحیح اجزاء سے تیار کر کے دُنیا کے فائدہ کے لئے پبلک میں لائیں اور ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق بنیں۔ ان کی طرف سے اخبار الفضل کی ایک قریب کی اشاعت میں اس امر کا اعلان ہو چکا ہے۔ میں علیٰ وجہ البصیرت اس امر کے اعلان کی جرأت کرتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے صاحبزادگان پوری توجہ، اخلاص اور ہمدردی کے ساتھ

بینظیر باپ کے بے نظیر نسخوں کو

اپنی نگرانی میں بنوا رہے ہیں۔ اس لئے تمام دوستوں سے درخواست ہے کہ وہ اعلان کردہ ادویہ یا جو بھی نسخہ بنوانا چاہیں وہ آرڈر دے کر بنوا سکتے ہیں۔

بالآخر دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم الامت کے فیض کو تا ابد جاری فرمائے۔ آمین ثم آمین

ضروری اطّلاع

دواخانہ نور الدینؓ جودھامل بلڈنگ لاہور میں مستورات کے علاج کا خاص انتظام ہے۔ بیگم صاحبہ حکیم عبد الوہاب عمر دقابلہ گولڈ میڈلسٹ بیمار کو دیکھتی ہیں اور علاج کرتی ہیں۔

باہر کے اصحاب خط میں بیماری کی تفاصیل لکھ کر دوائی منگوا سکتے ہیں۔

پتہ:- مینجر دواخانہ نور الدینؓ جودھامل بلڈنگ لاہور

خریدار حضرات کی خدمت میں چند ضروری معروضات

۱۔ برادران! آپ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد تعاونوا علی البر والتقویٰ کے مطابق رسالہ الفرقان کی خریداری منظور فرمائی ہے اور آپ اس کی توسیع میں کوشاں رہتے ہیں کیونکہ یہ آپ کا اپنا رسالہ ہے پس آپ "ہم خرما وہم ثواب" کے مستحق ہیں۔ جزاکم اللہ

۲۔ الفرقان کا سالانہ چندہ پاکستان کیلئے پانچ روپے اور بیرونی ممالک کیلئے سات روپے یا پندرہ شلنگ مقرر ہے۔ یہ چندہ بہرحال پیشگی آنا چاہیئے۔ جو دوست بذریعہ منی آرڈر رقم بھیجیں ان کے لئے یہ رعایت ہے کہ وہ فیس منی آرڈر وضع کرکے چار روپے چودہ آنے کا منی آرڈر کر سکتے ہیں۔ وی۔ پی منگوانے کی صورت میں آپکو ساڑھے پانچ روپے خرچ کرنے پڑیں گے۔

۳۔ ماہ فروری ۱۹۵۵ء میں جن احباب کے نام وی۔ پی کئے گئے اور انہوں نے وصول فرما لئے دفتر ان کا بہت ممنون ہے، بالخصوص ان احباب کا جنہیں دفتر کے مرسلہ حساب سے اتفاق نہ تھا مگر انہوں نے مفاہمت کی شرط پر وی۔ پی چھڑا لئے۔ جزاہم اللہ خیراً۔ ہاں ہمیں ان احباب سے بجا گلہ ہے جنہوں نے بلا وجہ یا ذراسی غلط فہمی پر وی۔ پی واپس کر دیئے ہیں۔ دفتر کی طرف سے ان کے نام اب مارچ کا رسالہ آزمائشی طور پر بھیجا جا رہا ہے۔ نیز حساب کی تفصیل سے بھی آگاہ کیا جا رہا ہے۔ ان سے درخواست ہے کہ خریداری کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے ذمہ کی بقایا رقم جلد ارسال فرمائیں۔

۴۔ تعجب ہے کہ کئی احباب کے نام کے وی۔ پی لاپتہ ہو کر واپس آ گئے ہیں حالانکہ سال بھر ان کے اسی پتہ پر رسالہ جاتا رہا اور کوئی پرچہ واپس نہ آیا۔ ڈاکخانہ والوں سے بھی مناسب احتیاط اختیار کرنے کی درخواست ہے اور احباب سے بھی عرض ہے کہ جب ان کا پتہ تبدیل ہو جائے تو تبدیل شدہ پتہ سے فوراً دفتر الفرقان کو بھی مطلع فرما دیا کریں۔

۵۔ قاعدہ یہ ہے کہ تمام خریداران کے نام رسالہ بیک وقت ڈاکخانہ میں ڈال دیا جاتا ہے اگر اسکے بعد دس دن کے اندر خریدار کی طرف سے شکایت آ جائے کہ رسالہ نہیں پہنچا تو حتی الامکان دوبارہ رسالہ بھیج دیا جاتا ہے۔ احباب اس قاعدہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں مگر اپنے ہاں کے ڈاکخانہ سے بھی تحقیق کرنی ضروری ہے۔

۶۔ خریدار حضرات سے یہ درخواست ہے جا نہیں کہ وہ اپنے رسالہ کی توسیع کیلئے مؤثر کوشش فرما دیں تا رسالہ حسب خواہش پوری شان سے شائع ہو سکے۔ ہمیں شدید احساس ہے کہ معنوی اور ظاہری طور پر رسالہ میں بہت بڑے اضافہ کی گنجائش ہے۔

۷۔ جن احباب کے ذمہ بقایا ہے انہیں بذریعہ خطوط توجہ دلائی جا رہی ہے ان سے درخواست ہے کہ اپنے بقایاجات فیس منی آرڈر وضع کرکے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں ورنہ آئندہ نمبر ان کے نام وی پی ہوگا۔ آئندہ نمبر خاص نمبر ہے جس کا حجم عام پرچہ سے دوگنا سے بھی زیادہ ہوگا۔ (اسکی تفصیل دوسری جگہ درج ہے) نیز جون کے رسالہ میں ان حضرات کے نام بطور یاددہانی شائع ہونگے جن کے ذمہ بقایا ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپکا نام الفرقان [illegible]

۸۔ رسالہ کی خریداری طوعی ہے یعنی خدانخواستہ اگر آپ رسالہ جاری رکھنا نہ چاہیں تو ہمیں اطلاع دیکر رسالہ بند کرا سکتے ہیں مگر بقایا کی ادائیگی تو بہرحال آپ کا فرض ہے۔ باقی رسالہ کے جاری رہنے سے آپ کے علم میں اضافہ ہوتا رہیگا اور آپکو تبلیغ کیلئے بہترین ذریعہ میسر آئے گا۔

۹۔ تاریخ اشاعت ابھی تک ہر ماہ کی پندرہ تاریخ ہے یا مارچ کا رسالہ بھی پندرہ کو بھیجا جا رہا ہے البتہ آئندہ خاص نمبر بابت اپریل و مئی مورخہ یکم مئی ۱۹۵۵ء کو شائع ہوگا اور پھر ہر ماہ کی یکم تاریخ کو ہی رسالہ شائع ہوتا رہے گا انشاء اللہ۔

۱۰۔ توسیع اشاعت کے سلسلہ میں معاونین کے اسمائے گرامی تحریک دعا کے طور پر رسالہ کے ہر نمبر میں شائع ہوتے رہیں گے۔ براہ مہربانی ہمیں قع دیں کہ ہم آپکا نام بھی شائع کر سکیں۔!

(مینجر الفرقان۔ ربوہ)